بزمِ خیر از زید

در جوابِ بزمِ جمشید



مُصنّف

مولانا حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجدّدی

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی ۶

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ

رِسَالہ

بزمِ خیر از زید

در

جوابِ بزمِ جمشید

تصنیف

حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی مدظلہ العالی

طابع و ناشر
شاہ ابو الخیر اکاڈمی درگاہ حضرت شاہ ابو الخیرؒ
شاہ ابو الخیر مارگ دھلی ۶

بارِ دوم

۱۴۰۲ھ سنہ ۱۹۸۲ء

کتاب کا نام :- بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید
صفحات :- ۱۶۰
مصنف :- حضرت مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی دامت برکاتہٗ (فاضلِ ازہر)
مہتمم :- ڈاکٹر محمد ابو الفضل فاروقی
طابع و ناشر :- شاہ ابو الخیر اکاڈمی
درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر قدس سرّہ
شاہ ابو الخیر مارگ ۔ دہلی ۶
کتابت :- سید غیاث الحسن منظاہری آلکیرانوی
تعداد :- ایک ہزار
قیمت :- بارہ روپے

فہرست کتاب بزم خیر از زید

ادارِیہ

حضرت والد ماجد دامت برکاتہ کی یہ تصنیف "بزمِ خیر از زید در جواب بزم جمشید" پہلی بار چار شنبہ ۲۷ر صفر ۱۳۷۶ھ ۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں چھپی تھی اور تھوڑے عرصہ میں مطبوعہ نسخے تمام ہو گئے ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں "شاہ ابوالخیر اکاڈمی" کی تشکیل ہوئی اور حضرت والد ماجد نے اپنی تمام تالیفات اکاڈمی کو عنایت کردی۔

شائقین نے بار بار اس کتاب کی طرف اکاڈمی کو متوجہ کیا چونکہ اکاڈمی بعض دوسری کتابوں کی طباعت میں مصروف تھی اس وجہ سے اس کتاب کی طباعت میں تاخیر ہوئی۔

اکاڈمی کی خواہش ہے کہ حضرت والد ماجد کی غیر مطبوعہ کتابوں کو حلیۂ طباعت سے آراستہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اپنے لطف و کرم سے اس خواہش کو پورا کرائے۔

(ڈاکٹر) محمد ابوالفضل فاروقی
جمعہ ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ
۱۵ر اکتوبر ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ، سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ وَبَعْدُ

بندہ عاجز بے مقدار خاک پائے اہلِ خیر و عرفان ابوالحسن زید مجددی فاروقی دہلوی عرض کرتا ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۷۳ھ مطابق مئی ۱۹۵۴ء میلادی کو بعض دوستوں نے رسالہ بزم جمشید کے ایک مضمون کی طرف اس فقیر کو توجہ دلائی اور واقعہ کی حقیقت دریافت کی، چوالیس ۴۴ سال پہلے لال کرتی میرٹھ میں قبلۂ عالم سیدی وسندی واستادی ومرشدی ووالدی ووسیلتی الی اللہ تعالیٰ حضرت شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وافاض علیّ وعلی المسلمین من برکاتہٖ واسرارہٖ وانوارہٖ سے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور جناب مولوی حافظ احمد صاحب دیوبندی

کی ملاقات ہوئی تھی اس واقعہ کو بزم جمشید والوں نے تصرفات کے ساتھ
لکھا ہے اور اس پر حاشیہ آرائی کرکے قلب حقیقت کی کوشش کی ہے
یہ کیفیت دیکھکر مجھ کو امام الائمہ و سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آ گیا۔ آپ کی خدمت میں وکیع حاضر ہوئے
آپ نے دریافت فرمایا کہاں سے آرہے ہو، عرض کیا شریک کے پاس
سے، آپ نے سن کر یہ دو شعر پڑھے۔

اِنْ یَحْسُدُوْنِیْ فَاِنِّیْ غَیْرُ لَائِمِهِمْ
قَبْلِیْ مِنَ النَّاسِ اَهْلُ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ لِیْ وَلَهُمْ مَا بِیْ وَمَا بِهِمْ
وَمَاتَ اَکْثَرُنَا غَیْظًا بِمَا یَجِدُ

عارف نامی حضرت مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ السامی
کا زرین حکیمانہ قول ملا علی بن حسین کاشفی نے رشحات میں نقل کیا ہے
وہ فرماتے ہیں (مردم بدنفس چوں خواہند کہ عیب کسے برشمارند، اول
بدیہائے کہ در ذاتِ ایشاں موجود است بر زباں جاری می شود آں
بہ نہم ایشاں نزدیک تر است) اور قطب شام شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ
اللہ نے رسالہ ایضاح الدلالات میں ایک شعر لکھا ہے۔ شعر کیا
ہے بدظنوں اور حاسدوں کی حقیقت واضح کر رہا ہے۔ لکھتے ہیں

اِذَا سَاءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَاءَتْ ظُنُوْنُهُ
وَصَدَّقَ مَا یَعْتَادُهُ مِنْ تَوَهُّمِ

بزم جمشید کے اس مضمون کے پڑھنے سے کتنے بندگان خدا کو رنج

پہنچا ہوگا، اور کتنے سادہ لوح حضرت سیدی الوالد کے بارے میں سوئے ظن میں مبتلا ہوئے ہوں گے اس کا علم حضرتِ علام الغیوب ہی کو ہے۔ اس کے تدارک کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ اصل واقعہ کو لکھ کر معرض عام پر لایا جائے اور جو اعتراضات نادانی اور بے مائیگی کی بنا پر کئے گئے ہیں ان کا جواب باصواب لکھ دیا جائے لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ۔

اگرچہ مجھ کو اس قسم کی بحث پسند نہیں ہے لیکن موجودہ صورت میں مجھ پر شرعاً لازم ہے کہ حقیقت کا اظہار کردوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ، یعنی گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی چھپائے گا یقیناً وہ دل کا کھوٹا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، یعنی اپنے بھائی کی چاہے وہ ظالم ہو چاہے مظلوم مدد کرو، صحابہ نے عرض کیا ظالم کی مدد کس طرح کریں، آپ نے فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روکو اور آپ کا ارشاد ہے مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ یعنی مسلمانوں میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا، پھر آپ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی وَكَانَ حَقًّا

عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے فضل و کرم سے ایمان والوں کی ضرور مدد کرتے ہیں ۔ جب ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس فعلِ محمود اور سعیِ مشکور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے مامون اور محفوظ رکھتا ہے تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ اپنے عزیز اور رشتہ دار یا والدین اور استاد یا مرشد و مربی کی اعانت اور ان کی عزت کی حفاظت کتنی ضروری ہے ۔ اور پھر جبکہ مجھ کو واقعہ کا علم بتمام وکمال حاصل ہے تو خاموش رہنا کہاں تک جائز ہے لہٰذا اِظْہَارًا لِلْحَقِیْقَۃِ وَبَیَانًا لِلشَّہَادَۃِ وَنُصْرَۃً لِلْحَقِّ وَرِضَاءً لِلرَّبِّ جو حق بات ہے اور جس کا علم یقینی طور پر مجھ کو حاصل ہے، میں اس کو بیان کرتا ہوں ۔ مُسْتَعِیْنًا بِاللّٰہِ وَمُتَوَکِّلًا عَلَیْہِ وَمُسْتَمِدًّا مِّنْہُ الْہِدَایَۃَ وَالتَّوْفِیْقَ، فَاِنَّہٗ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِہٖ

رسالہ بزمِ جمشید

عیب مستاں مکن اے خواجہ کزیں کہنہ رباط
کس نداںست کہ رحلت بہ چساں خواہد بود

کوئی شخص وصل بلگرامی صاحب ہیں انھوں نے اپنے پیر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے انتیس ۲۹ ملفوظات کو رسالہ کی صورت میں

•

جمع کیا ہے اور جمشید علی خاں صاحب باغپتی کی وجہ سے اس کا نام "بزم جمشید" تجویز کیا ہے اور تاریخی نام خمخانہ باطن (۱۳۵۸ھ) رکھا ہے اور سید ظہور الحسن صاحب (مالک کتب خانہ امدادالغربا شہر سہارن پور) نے اس کو طبع کرایا ہے۔ اس رسالہ کے اڑتالیس صفحات ہیں، ملفوظ نمبر اٹھائیس صفحہ چھیالیس سطر گیارہ سے شروع ہو کر صفحہ سینتالیس سطر چوبیس پر تمام ہوا ہے۔ یہی وہ ملفوظ ہے جس سے مجھ کو بحث ہے۔ اس رسالہ کے آخیر کے سات اوراق بطور ضمیمہ نمبر دو کے شامل کئے گئے ہیں یہ اضافہ صرف رسالہ کا حجم بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے جس کی تصریح وصل صاحب صفحہ چونتیس پر کر رہے ہیں۔ غالباً انھوں نے مشہور حکیمانہ قول (مَاقَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَالْهٰى) نہیں سنا ہے، اور شاید ان کو معلوم نہیں ہے (مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتَهْدَفَ) کیونکہ ایسے غلط اور دل آزار مضمون کا چھاپنا کہاں کی عقلمندی ہے اور وہ بھی صرف رسالہ کے حجم بڑھانے کے لئے۔

•

مولوی بخش اللہ صاحب دہلوی نے ۱۲۲۳ھ ہجری کو اپنے پیر و مرشد کی سوانح حیات لکھی وہ اس واقعہ کے وقت میرٹھ میں بذاتِ خود موجود تھے انھوں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا انھوں نے بطور یادداشت کے اس واقعہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اگر وہ چاہتے پوری طرح اس کا بیان

کرتے لیکن دَفْعًا لِلنِّزَاعِ وَدَفْعًا لِتَکَدُّرِ الْخَوَاطِرِ انھوں نے ایسا نہ کیا، جس پیرایہ سے انھوں نے اس واقعہ کو لکھا ہے وہ سب کے سامنے ہے جس کا دل چاہے صفحہ دو سو دس اور گیارہ کو دیکھ لے یقیناً ان کا یہ فعل دانشمندانہ اور مستوجب صد ستائش ہے فَجَزَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی خَیْرَ الْجَزَاءِ، [1]

وصل صاحب اگر واقعہ کو صحیح طریقہ پر بیان کرتے اور اس پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی نہ کرتے تب بھی مضائقہ نہیں تھا۔ لیکن انھوں نے نہ صحت کا خیال رکھا اور نہ اعتراضاتِ سخیفہ سے اجتناب کیا، ان کے اس کام کو اور ان کے نام کو دیکھ کر مثنوی شریف کا شعر یاد آجاتا ہے ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

وہ اپنے خیال میں پیر کی خدمت کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے پیر کو موردِ ملامت بنا رہے ہیں اگر یہ غلط اور دل آزار مضمون نہ ہوتا تو اس کا جواب کیوں لکھا جاتا، سچ ہے، دشمنِ دانا بہ از دوستِ ناداں۔

---

[1] افسوس مولوی بخش اللہ صاحب پنجشنبہ ۲۷ صفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۵۳ء میلادی دن کو ساڑھے نو بجے انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولوی اشرف علی صاحب کا بیان کیا تھا اور وصل صاحب نے اس کو کس پیرایہ میں پیش کیا ہے، اس کے متعلق اب کچھ لکھنا بے کار ہے رسالہ بزم جمشید ان صاحبان کا عمل ہے اور رسالہ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید اس کا ثمرہ اور مکافات ہے ۔ع از مکافاتِ عمل غافل مشو۔ اس رسالہ کا تاریخی نام "بزم امامِ زمن محی الدین عبداللہ ابوالخیر" (۱۳۷۰ھ) ہے میں پہلے اصل واقعہ کو بلا کسی تبصرہ اور نقد کے لکھتا ہوں، پھر بزم جمشید کی عبارت حرف بہ حرف نقل کروں گا۔ اور پھر میرا تبصرہ تحت عنوانِ هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ ہوگا وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

اصلِ واقعہ

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حضرتِ سیدی الوالد رحمہ اللہ گرمیوں میں چھ ماہ کے واسطے کوئٹہ بلوچستان تشریف لے جاتے تھے۔ اپریل کی بیس بچیس تک جانا اور اکتوبر کی بیس بچیس تک آنا معمولِ شریف تھا۔ چنانچہ رجب ۱۳۲۹ھ ہجری مطابق

اکتوبر ۱۹۱۱ء میلادی کو آپ حسب معمول کوئٹہ سے دہلی تشریف لائے یہاں دربار ۱۹۱۱ء کی تیاریاں بڑے پیمانہ پر ہورہی تھیں، دور دور سے اہلِ دنیا دہلی چلے آرہے تھے۔ آنے والوں میں بعض افراد "چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دو کار" پر عمل کرتے ہوئے آپ کے درِ اقدس پر بھی حاضری دیتے تھے۔ اس سے پہلے ۱۹۰۱ء کے دربار کے موقع پر بھی بعض امرا اور ملوک حاضر ہوئے تھے چونکہ آپ کو اس قسم کی آمد اور ایسے افراد کی ملاقات پسند نہ تھی، اس لئے آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ چند ماہ کے لیئے کہیں باہر جانا بہتر ہے چنانچہ سب کی رائے سے آپ میرٹھ تشریف لے گئے اور وہاں حیدر شاہ کی کوٹھی میں (واقع ویسٹنڈ روڈ قریب صدر بازار جو تیس روپے ماہوار کرایہ پر لی گئی تھی) آپ نے تقریباً پانچ ماہ قیام کیا۔ - آپ کا معمول تھا کہ ہر روز سہ پہر کو برائے تفریح کسی سواری میں شہر سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ قدرے چہل قدمی فرماکر یادِ الٰہی میں مصروف ہوجاتے تھے۔ سردی کا موسم ہوا مغرب تک ورنہ عشا تک مُعاوَدت فرماتے تھے اس لئے ایک لالٹین ضرور ساتھ رہتی تھی میرٹھ کے دورانِ قیام میں بھی آپ کا یہی معمول رہا۔ البتہ اتنی بات تھی کہ آپ سواری میں معظم علی شاہ سر دھنے والے کے باغ تشریف لے جاتے وہاں مغرب کی نماز ادا فرماکے چہل قدمی کرتے ہوئے لال کرتی شیخ وحید الدین شیخ بشیر الدین کی کوٹھی پر تشریف لے جاتے وہاں قدرے

آرام فرماتے، پھر عشار کی نماز پڑھتے۔ کبھی آپ چائے بھی نوش فرماتے اور پھر آپ قیام گاہ کو تشریف لے جاتے۔

نماز آپ خود پڑھاتے تھے۔ البتہ جب برادر کلاں حضرت بلال ابوالفیض اَدَامَ اللّٰہُ ظِلَّہٗ عَلٰی رُؤُسِ الْمُسْتَرْشِدِیْنَ دَعَمَّ فَیْضَہٗ لِلطَّالِبِیْنَ امامت کے قابل ہوئے تو یہ وظیفہ مبارکہ ان سے متعلق ہو گیا۔ نماز کے لئے آپ خاص اہتمام فرماتے تھے نااہل اور اصحابِ غفلت کو یارا نہ تھا کہ آپ کی نماز بانیاز میں شریک ہوتے، ایسے افراد سے آپ فرمایا کرتے تھے جاؤ کہیں اور نماز پڑھ لو، ہماری نماز کیوں خراب کرتے ہو۔ جب آپ مصلی پر قدم رکھتے تھے تو بہ آواز بلند فرمایا کرتے تھے۔ دیکھو ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے، بلکہ بعض اوقات آپ صف میں ہر ایک شخص کے پاس سے گزرتے تھے۔ یا آپ محراب میں مصلیوں کی طرف توجہ فرما کر کھڑے ہو جاتے تھے اور مخلصین میں سے ایک شخص ہر شخص کے شانہ پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا، اور آپ کے "ہوں" فرمانے پر دوسرے کے شانہ پر ہاتھ رکھتا تھا۔ آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں دلوں کی طرف دھیان ہوتا تھا۔ ذرا بھی کدورت کسی میں پائی اس کو مرخص فرمادیا۔ بعض اوقات پرکھنے کی خدمتِ جلیلہ کسی باکمال مخلص کے سپرد ہوتی تھی۔ بارہا دیکھا گیا کہ دورانِ نماز میں اگر کوئی پراگندہ دل آکر جماعت میں شریک ہو گیا ہے تو آپ نماز کو بہ اختصار ادا فرما کے بہ آواز بلند فرماتے تھے۔ دیکھو کس نے ہماری نماز خراب کی ہے چنانچہ

وہ شخص پکڑا جاتا تھا۔ جن دنوں میرٹھ میں قیام تھا، نماز آپ ہی پڑھاتے تھے آپ کی نماز بانیاز لِی مَعَ اللّٰہِ سَاعَۃٌ کی تعبیر، اور الصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کی تصویر ہوتی تھی۔ بعض اہلِ دل اصحاب ذوق، صاف باطن، جن کو علم ہو گیا تھا کہ آپ صلاۃ العشار لال کرتی میں ادا فرماتے ہیں، وہاں پہنچ جایا کرتے تھے، آپ کے انفاسِ قدسیہ کے اثر سے اپنے دلوں کو حیاتِ طیبہ مبارکہ بخشتے تھے اور آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو کر اتم درجہ احسان اور وہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کا پورا لطف اٹھاتے تھے رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

جن دنوں آپ کا قیام میرٹھ میں تھا، دیوبند کے حضرات علمار نے وہاں بڑا جلسہ بہ نام موتمر انصار منعقد کیا۔ اتفاق کی بات ہے جہاں جلسہ ہوا وہ مقام آپ کی قیام گاہ کے قریب تھا۔ جس دن سہ پہر کو جلسہ ہونے والا تھا۔ اس دن صبح کے نو بجے جناب مولوی محمود الحسن صاحب آپ سے ملنے تشریف لائے، آپ مولوی صاحب سے بہ محبت ملے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ملاقات رہی۔ مولوی صاحب نے آپ سے جلسۂ موتمر انصار کا ذکر فرمایا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ بھی جلسہ میں شریک ہوں، آپ نے اس بارے میں کسی قسم کا جواب نہیں دیا نہ ہاں کا، نہ نا کا، اور مولوی صاحب بہ احترام مرخص ہوئے۔

اتفاق سے اِن ایام میں قصور سے سید احمد شاہ صاحب

سب رجسٹرار آپ کی خدمتِ شریفہ میں آئے ہوئے تھے وہ آپ سے بیعت تھے۔ مولانا عبدالرسول صاحب کے نواسے تھے جو حضرت غلام محی الدین قصوری خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے فرزند اور جانشیں تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ سید احمد شاہ کے برادر کلاں سید محمد شاہ قصوری اپنے نانا کے جانشین تھے۔ وہ ہر سال مہینہ بیس دن کے واسطے آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوتے تھے اور سلوک مجددیہ حاصل کرتے تھے۔ سید احمد شاہ صاحب اپنے فرزندِ کلاں سید روف احمد شاہ کے واسطے خواہر کلاں کو طلب کرنے آئے تھے اور اس سلسلہ میں ان کے ساتھ دو تین افراد بھی آئے تھے۔ ان میں سے ایک پیر سید گلاب شاہ تحصیل دار ریواڑی بھی تھے اور اس معاملے کے سلسلہ میں دہلی سے بھی چند مخلص آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مولوی بخش اللہ صاحب مؤلفِ سوانح حیات بھی تھے۔

اس دن مہمانوں کے واسطے مزید ایک بگھی آپ نے طلب کی ایک بگھی میں آپ اور ہم ہر سہ برادر اور ایک خدمت گار افغانی اور دو مہمان اور دوسری بگھی میں باقی مہمان سوار ہوئے، جب آپ کی سواری جلسہ گاہ کے قریب پہنچی آپ نے بگھی رکوالی۔ ایک شخص تقریر کر رہے تھے۔ ان کی آواز بگھی تک صاف آرہی تھی، تقریباً آدھ گھنٹہ سواری میں بیٹھے بیٹھے آپ نے تقریر سنی اور پھر وہاں سے

حسب معمول معظم شاہ کے باغ تشریف لے گئے۔ آپ نے اس نرالی شان سے جناب مولوی صاحب کی دعوت کو جامۂ عمل پہنایا رحمۃ اللہ علیہما۔

اس جلسہ میں جناب مولوی اشرف علی صاحب اور جناب مولوی حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم بھی تھے۔ ان دونوں صاحبان نے دور سے آپ کو دیکھا اور ان کو جناب مولوی محمود الحسن صاحب کی ملاقات کا حال بھی معلوم ہوا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ آپ بین العشائین لال کرتی تشریف لے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعد مغرب یہ ہر دو صاحبان شیخ نصیح الدین، شیخ وجیہ الدین کے مکان سے جہاں ان کا قیام تھا شیخ وحید الدین، شیخ بشیر الدین کی کوٹھی لال کرتی آپ سے ملاقات کرنے تشریف لے گئے۔ چونکہ ہر دو برادر آپ کے مزاجِ اشرف سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انھوں نے ہر دو صاحبان کو آپ کی نشستگاہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ بہ احترام بٹھایا۔ آپ حسب معمول اپنے وقت پر پہنچے اور مستراح پر تشریف لے گئے آپ کے واسطے ایک آرام کرسی کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ اس آرام کرسی پر مستریح ہوئے۔ دونوں بھائیوں کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا فوراً بہ صد شوق خدمت بابرکت میں پہنچے اور ازرہ محبت وعقیدت دو چار منٹ آپ کے مبارک پاؤں کو دبایا پھر برادر کلاں نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کی تشریف آوری کا ذکر کیا

آپ نے فرمایا۔ ہاں ان کو بلاؤ، ہم ان سے ملیں گے اور جب ہر دو صاحبان تشریف لائے آپ نے مخلصین سے فرمایا ہم ان سے کھڑے ہو کر ملاقات کریں گے۔ چنانچہ مخلصین نے آپ کو سہارا دیا اور آپ ان سے بہ محبت ملے۔ پھر آپ آرام کرسی پر اور ہر دو صاحبان کرسیوں پر بیٹھ گئے، اور مصروف کلام ہوئے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے ان کے پدر بزرگوار کا ذکر جمیل آیا۔ آپ نے ان کی تعریف اور ان کے تعلقات کا ذکر فرمایا۔ آپ نے ارشاد کیا مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے حضرت شاہ عبدالغنی سے خانقاہ شریف میں حدیث شریف پڑھی ہے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے استاد اور ان کے جائے قیام کا اتنا احترام کرتے تھے کہ کبھی خانقاہ شریف میں جوتی پہن کر داخل نہیں ہوئے۔ ہمیشہ دروازہ کے باہر جوتی اتار کر بہ ادب داخل ہوتے تھے پھر آپ نے مولوی قاسم صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا۔ فرمایا، حضرت والد ماجد کی طبیعت ناساز تھی۔ حلقہ اور توجہ کی خدمت میرے سپرد تھی حرم شریف مکی میں حلقہ ہوا کرتا تھا۔ میں حلقہ اور توجہ سے فارغ ہو کر گھر جانے کو تھا کہ مولوی صاحب مسجد سے آکر بہ محبت ملے اور حضرت والد ماجد کی خیریت دریافت کی۔ میں نے کہا مزاج شریف علیل ہے۔ مولوی صاحب نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور میرے ساتھ گھر کو روانہ ہوئے۔ چلتے وقت مخلصین میں سے ایک شخص نے حسب معمول سجادہ اٹھایا۔ مولوی صاحب نے کہا یہ خدمت آج

مجھ کو ملنی چاہیئے۔ چنانچہ اصرار کر کے مولوی صاحب نے سب رده اٹھایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ بوجہ ناتوانی کے صاحب فراش تھے۔ مولوی صاحب نے سلام کیا اور آپ کے پاس بیٹھ کر بڑی محبت سے آپ کو دبانے لگے۔ پھر عرض کیا، حضرت ہندوستان میں دردحال پیدا ہو گئے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔ پھر آپ نے مولوی صاحب کی خدمتِ اسلام اور مساعی جمیلہ کا ذکر کیا اور اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا چونکہ ان دنوں بعض اخبارات اور رسائل میں مدرسہ کی بدانتظامیوں کا چرچا ہو رہا تھا اور اس سلسلہ میں آپ کے مسامع شریفہ تک بھی کچھ باتیں پہنچ چکی تھیں اس لئے آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے مدرسہ پہلے کی طرح اب دین کی خدمت نہیں کر رہا ہے۔ اس پر ہر دو صاحبان نے کہا: حضرت، مدرسہ دین کی خدمت پہلے کی طرح کر رہا ہے بعض مخالفوں نے ذاتی عناد اور فاسد اغراض کی وجہ سے مدرسہ کو بدنام کرنے کے لئے کچھ غلط باتیں اڑائی ہیں جن کا ذکر اخبارات میں بھی آیا ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں بہت اچھی ہوتی رہی حاضرین لطف اندوز ہوتے رہے۔ پیر سید گلاب شاہ بھی یہ مکالمہ سن رہے تھے وہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مؤلفِ رسالہ تقدیس الوکیل کے طرفداروں میں سے تھے۔ اِس

موقع پر انھوں نے جیب سے مختصر رسالہ نکالا۔ جس میں مولوی اسمٰعیل
دہلوی اور ان کے ہم خیال علماء کے ناشائستہ اقوال کا ذکر تھا
انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے عرض کیا۔ حضور، دین کی خدمت
اس طرح پر کی جارہی ہے۔ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ کے
صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف
کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنھیا
کے جنم کی۔ اس آخری ناشائستہ عبارت کو سن کر آپ کو بڑا ملال ہوا
آپ نے فرمایا، افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی
مبارک محفل کو ایسی بُری تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے ذکر شریف
کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی ارشاد کیا
جہاں کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اور حسب احوال اس جگہ
کو پاک اور صاف کیا جاتا ہے اور زیب و زینت دیتے ہیں یہ لوگ
میلاد شریف کی مبارک محفل کو اس سے بھی روکتے ہیں اور پھر آپ نے
فرمایا۔ ہم نے سنا ہے مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو بیعت بھی نہیں
کرتے ہیں جو میلاد شریف کرتا ہو یا اس کا حامی ہو۔ اس موقع پر مولوی
اشرف علی صاحب نے کہا مولوی خلیل احمد صاحب جس مولد کو منع کرتے ہیں
اس کو آپ بھی منع کریں گے اور بیعت نہ کرنے کی بات درست نہیں
ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہہ دی ہے چونکہ آپ سے یہ بات
مولوی شمس الدین صاحب میرٹھی نے کہی تھی اور وہ اس موقع پر حاضر

تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ارے بھائی جواب دو،
چنانچہ مولوی شمس الدین نے واقعہ بیان کیا۔ شاید اس موضوع پر کچھ
گفتگو ہوتی لیکن پیر سید گلاب شاہ نے پھر سب کو اپنی طرف متوجہ
کرلیا اور مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب
حفظ الایمان کے صفحہ سات کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا" دریافت
طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب
ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے
ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے
بھی حاصل ہے " یہ سن کر آپ نے مولوی اشرف علی صاحب سے
کہا کیا یہی دین کی خدمت ہے ۔ تمھارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر
تھے ۔ تم نے اس کے خلاف کیوں کیا ، مولوی صاحب نے کہا میں نے
اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کردی ہے آپ نے
بجواب ارشاد کیا تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے
ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں ۔ اس کے بعد تھوڑی دیر خاموشی
رہی ، پھر آپ نے فرمایا ، نماز کا وقت ہو گیا ہے ۔ جس کا وضو نہ ہو،
وضو کرلے ، اس موقع پر کچھ لوگ اٹھے اور مولوی صاحب اور حافظ
صاحب بھی اس وقت تشریف لے گئے ، آپ نے نماز پڑھائی حسب
معمول نماز شروع کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا ۔ ہماری نماز کوئی خراب
نہ کرے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کے

متعلق دریافت فرمایا کہ یہ دونوں کہاں ہیں، شیخ وحیدالدین صاحب نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے۔ آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے شاید آپ ان دونوں صاحبان سے کچھ گفتگو فرماتے لیکن مَاشَاءَاللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ

یہ ہے میرٹھ کی ملاقات کا صحیح بیان جس کو چار پانچ ثقہ اشخاص نے روایت کیا ہے۔ اب تک ان میں سے دو افراد بقید حیات ہیں۔ اب میں ناظرین کے سامنے بزمِ جمشید کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ دیکھو صفحہ ۴۶ سطر ۱۱، وصل صاحب لکھتے ہیں۔

بزمِ جمشید کی عبارت

(۴۸) فرمایا کہ میں مؤتمر الانصار کے جلسہ کی شرکت کے لئے میرٹھ گیا ہوا تھا۔ جلسہ گاہ کے قریب حاجی وجیہہ الدین حاجی فصیح الدین کے یہاں قیام تھا۔ ایک شب کو میں شیخ وحیدالدین، شیخ بشیرالدین سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گیا جو آبادی سے باہر ہے تھوڑی دیر میں کچھ آوازیں سنائی دیں اور شیخ وحیدالدین اور شیخ بشیرالدین کو دیکھا کہ وہ یہ کہتے ہوئے دوڑے جا رہے ہیں کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں معلوم ہوا کہ مولانا ابوالخیر صاحب دہلوی ہیں۔ ایک لالٹین

آگے آگے رہے۔ وہاں ایک آرام کرسی خالی پڑی تھی کہ اس پر
بنربان تو میری وجہ سے اور میں بنربان کی وجہ سے نہیں بیٹھتے تھے
مولانا آتے ہی اس کی برابر کھڑے ہو گئے اور بہ آواز بلند
فرمایا یہاں کون کون ہیں چنانچہ جو لوگ یہاں موجود تھے ان کے
نام بتائے گئے ان میں میرا نام بھی لیا گیا۔ فرمانے لگے، مجھے
تو ان کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا اچھا لالٹین لاؤ میں ان کی
صورت تو دیکھوں میں نے دیکھا کہ ان کو میرے پاس آنے میں
تکلف ہوگا۔ چلو میں ہی ان کے پاس چلا چلوں۔ چنانچہ میں ان کے
پاس گیا۔ انھوں نے لالٹین کی روشنی میں خوب غور سے میرے
چہرے پر نظر دوڑائی پھر اسی آرام کرسی پر بیٹھ گئے اور میں اپنی
کرسی پر بیٹھ گیا اور مختلف موضوع پر گفتگو ہونے لگی اسی دوران
میں ان کی زبان سے نکلا مولوی خلیل احمد صاحب مولود شریف
کے یہاں تک مخالف ہیں کہ ایسے لوگوں کو مرید نہیں کرتے، جو
مولود شریف کے حامی ہیں اور اس روایت کو اعتراض کے طریقہ
سے بیان کیا اور اس سے پیشتر بھی وہ بڑی بڑی ہستیوں کا ذکر
حقارت سے کر چکے تھے۔ مثلاً مولوی قاسم اور فلاں فلاں
میرے یہاں خانقاہ شریف میں پابرہنہ حاضر ہوتے تھے اب
جب مولانا خلیل احمد کی نسبت اس طرح کہا تو مجھے بہت ناگوار
ہوا میں نے دریافت کیا کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی ہے اس

کا راوی کون ہے۔ وہاں ایک اور مولوی صاحب تھے ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا بھئی جواب دو، یہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے میں نے کہا کہ یہ آپ کے راویوں کی حالت ہے میں نے یہ بھی کہا کہ مولانا خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کرتے ہیں اس گفتگو اور لہجہ سے میزبان یہ سمجھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مکالمہ دوسری صورت اختیار کر لے وہ بیچارے ہم دونوں کی خوشامد کرتے تھے۔ اتنے میں مولانا دہلوی کوٹھی ہی پر نماز کی تیاری کرنے لگے کسی مسجد میں نہیں، اس وقت میرے ساتھ (جناب شمس العلماء) حافظ احمد صاحب (ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بھی وہاں تشریف رکھتے تھے وہ بھی شریک جماعت ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میں آپ کو اس جماعت میں شریک نہ ہونے دوں گا وہ میرے کہنے سے رک گئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے یہ معلوم ہوا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلّی پر جاتے ہی فرمایا کہ میری جماعت والوں کے سوا۔ جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں یہ سن کر میں نے اس وقت حافظ صاحب سے کہا کہ دیکھئے ایسے ہی احتمالات سے میں نے آپ کو روکا تھا۔ اگر آپ جاتے تو یہی الفاظ آپ کو بھی سننا پڑتے۔

اس واقعہ کو بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی مگر پھر بھی مولانا بہت غنیمت تھے، اب تو ایسے لوگ بھی نہیں ان کے معتقدین اور مریدین زیادہ تر کابلی تھے جو بڑے خوش عقیدہ اور راسخ تھے۔ یہاں تک کہ مولانا ان کو سخت سخت سزائیں دیتے تھے اور وہ دم نہیں مارتے تھے مولانا کا طریقہ مخدومانہ تھا۔ اسی جلسہ میں اپنی جماعت کے لئے یہ بھی فرمایا تھا کہ جن خادموں کو وضو نہ ہو وضو کرلیں، اور ہمارے بزرگوں کی دوسری شان تھی، وہاں عجز تھا انکسار تھا۔ بھلا ممکن تھا کہ وہ اپنے معتقدین یا متوسلین کو خادم کہہ کر پکارتے وہ تو اپنے خادموں کو مخدوم سمجھتے تھے وہ اتباع رسول میں فنا تھے ان کا اخلاق وہ تھا جو ہمارے رسول کا تھا وہ محقق تھے وہ کامل تھے ان کی شان کمال یہ تھی کہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ غیر کامل کی مثال ایک دھندلے چراغ کی سی ہے جہاں دھواں ہوا اور اس کا نور چھپ گیا اور ہمارے بزرگ محقق وکامل تھے ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات ان کے سامنے جمع ہوں ان سب پر وہی غالب رہے۔ ایسے کامل کو حق ہے اصلاح کا، جس کی صفات کی نسبت حضرت محی الدین ابن عربی کا ارشاد ہے کہ مربی وہ ہے کہ جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں دین انبیاء کا سا ہو۔ تدبیر اطباء کی سی ہو اور سیاست بادشاہوں کی

سی ہو۔ یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مولوی عبدالمجید نے مجھ سے پوچھا تھا کہ انبیار کا سا دین کس کا ہو سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ مراد یہ ہے کہ انبیار کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ ایسا کامل ہو۔ (انتہیٰ)

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز دم درکش
حسن ایں قصہ درد است در دفتر نہ می گنجد

نمبر ۱ لکھا ہے کہ ایک شب کو میں شیخ وحیدالدین شیخ بشیرالدین سے ملنے گیا۔ الخ

تبصرہ۔ اس رات مولوی صاحب اور حافظ صاحب حضرت سیدی الوالد سے ملنے تشریف لے گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ وحیدالدین صاحب نے ان دونوں صاحبان کی آپ سے اطلاع کی اور آپ نے بخوشی ملنا منظور فرمایا۔

نمبر ۲ لکھا ہے، شیخ وحیدالدین کو دیکھا کہ وہ کہتے ہوئے دوڑے جا رہے ہیں۔ الخ

تبصرہ۔ ان ہر دو برادران صاف کیشان کو آپ سے جو محبت اور عقیدت تھی یہ اسی کا اثر تھا کہ قبلۂ مراداں کی تشریف آوری کا علم

ہوتے ہی دونوں صاحبان دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت بابرکت میں پہنچے۔ اب آمد تیمم برخاست والا معاملہ ہے۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جس جگہ مولوی صاحب اور حافظ صاحب تشریف فرما تھے وہ جگہ اور تھی اور جہاں حضرت سیدی الوالد جاکر تشریف فرما ہوئے وہ جگہ اور تھی۔

نمبر ۳ ۔ لکھا ہے۔ وہاں ایک آرام کرسی خالی پڑی تھی الخ

تبصرہ ۔ جناب من یہ تکلف کا کیسا قصہ، آپ جس وقت آرام کرسی پر رونق افروز ہوئے ہیں اس وقت نہ وہاں مولوی صاحب اور حافظ صاحب تھے اور نہ دونوں بھائی تھے۔ دونوں بھائی آپ کے تشریف فرما ہونے کے بعد پہنچے اور پھر پانچ سات منٹ بعد شیخ وحید الدین آپ سے اجازت حاصل کرکے دونوں حضرات کو برائے ملاقات لائے۔

مع ہذا میں کہتا ہوں میزبان دونفر تھے ان میں جو اخوت یگانگت اور محبت تھی وہ بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اگر کرسی ہے تو دونوں کے لئے اور اگر آرام کرسی ہے تو دونوں کے لئے۔ سواری میں جب برائے تفریح نکلتے تھے تو دونوں کا لباس بھی ایک رنگ، ایک وضع، ایک قطع کا ہوتا تھا۔ لہٰذا اگر ان کے واسطے آرام کرسی ہوتی تو یقیناً دو ہوتیں یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ ایک تو آرام کرسی پر بیٹھتا اور دوسرا کرسی پر اور مہمان بھی دونفر تھے۔ ایک مولوی صاحب

دوسرے حافظ صاحب دونوں ہم پایہ و ہم رتبہ ، ایک کو آرام کرسی دی
اور دوسرے کو کرسی ۔ یہ ان دونوں بھائیوں کے اخلاق سے بعید تھا
اگر انھیں مولوی صاحب کو آرام کرسی ہی پر بیٹھانا منظور ہوتا تو دوسری
آرام کرسی طلب کرلی جاتی ۔ چونکہ ان دونوں بھائیوں سے اس امر کا مشاہدہ
میں خود کر چکا ہوں ، اس بنا پر یہ لکھ رہا ہوں مولوی صاحب کو آرام کرسی
نہ ملنے کا اور آپ کے آرام کرسی پر رونق افروز ہونے کا بڑا ہی خیال
ہوا ہے یہ فقیر کہتا ہے آرام کرسی کیا شے ہے اگر دیدہ و دل کی
کرسی کا وجود ہوتا آپ کے لئے وہی پیش کی جاتی ۔ عاجز گفتہ

اے بلاگردانِ تو جانم بود — وے فدایت جملہ سامانم بود
در حریم دل فرود آ یک نفس — فرش راہت ہر دو چشمانم بود

یہ عزت اور یہ مقبولیت حضرت واہب العطایا جل شانہ کی دین ہے
جس کو چاہے عطا کرے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

ایں آں سعادتے است کہ حسرت برد براں
جز بائے تاج قیصر و ملکِ سکندری

نمبر ۴ لکھا ہے ۔ مولانا آتے ہی اس کی برابر کھڑے ہو گئے ۔

تبصرہ آپ حسب معمول تشریف لاکر آرام کرسی پر رونق افروز
ہوئے ۔ نہ آپ کرسی کے پاس کھڑے ہوتے ہیں اور
نہ آپ کو اس کی ضرورت تھی ۔

نمبر ۵ لکھا ہے ۔ ان میں میرا نام بھی نام لیا گیا ۔ الخ

بصیرہ - مولوی صاحب اور حافظ صاحب کا نام کیا لیا گیا ان دونوں صاحبان کے متعلق شیخ وحید الدین صاحب نے آپ سے عرض کیا اور پھر یہ دونوں صاحبان آپ کے پاس برائے ملاقات تشریف لائے۔

نمبر ۶ :- لکھا ہے۔ ان کو میرے پاس آنے میں تکلف ہوگا الخ

بصیرہ :- آرام کرسی کے تکلف کا قصہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ یہ دوسرا قصہ تکلف کا شروع کر دیا۔ حضرت سیدی الوالد تکلفات سے شناسا نہ تھے۔ آپ کا ہر فعل عزیمت اور حقیقت پر مبنی ہوتا تھا۔ مولوی صاحب اور حافظ صاحب آپ سے ملاقات کرنے تشریف لائے تھے۔ لہٰذا ان دونوں صاحبان ہی کو آپ کے پاس جانا چاہیے تھا۔ یہ ایک قاعدہ کی بات ہے۔ تکلف کی بحث بے کار ہے۔

نمبر ۷ لکھا ہے۔ اسی دوران میں ان کی زبان سے نکلا کہ مولوی خلیل احمد صاحب مولود شریف کے یہاں تک مخالف ہیں کہ ایسے لوگوں کو مرید نہیں کرتے جو مولود شریف کے حامی ہیں اور اس روایت کو اعتراض کے طریقہ سے بیان کیا۔ الخ

بصیرہ :- آپ نے یہ بات اعتراض کے طریقہ سے نہیں فرمائی تھی بلکہ استعجاب اور استغراب کے طور پر کہی تھی کیونکہ مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب کے استاد مولانا

رحمت اللہ صاحب اور پیر حاجی امداد اللہ صاحب نہ صرف میلاد شریف کے حامی تھے بلکہ گرویدہ و دلدادہ تھے ان کا عمل کہتا تھا

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانَ لَنَا اَنَّ ذِکْرَہٗ
ھُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب انوار ساطعہ کی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ " اس زمانے میں جو ہر طرف پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں، اور دوسری طرف آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں اس وقت فرضِ کفایہ ہے میں مسلمان بھائیوں کو بہ طور نصیحت کے کہتا ہوں ایسی محفل کے کرنے سے نہ رکیں اور اقوالِ بے جا منکروں کی طرف سے جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں "

اور حضرت حاجی صاحب اپنی مشہور تالیف فیصلۂ ہفت مسئلہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

" مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اٹھاتا ہوں "

استاد اور پیر تو یہ ارشاد فرمائیں اور شاگرد و مرید اس کے

خلاف عمل کریں۔ کیا یہ محلِ استعجاب اور استغراب نہیں ہے۔ یقیناً جائے صد تحیر ہے۔ بَلْ وَاِنَّهَا مِنْ اَعْجَبِ الْعُجَابِ، اور پھر میں کہتا ہوں اگر آپ نے یہ روایت اعتراض کے طریقہ سے بیان فرمائی تو آپ کا اعتراض یقیناً درست اور بجا ہے کیونکہ محقق استاد اور کامل پیر کی مخالفت کوئی معمولی بات نہیں ہوا کرتی جس سے صرفِ نظر کر لیا جائے۔ یہ تو ایک بہت بڑی بات ہے اور یقیناً محلِ اعتراض ہے۔ مع ہذا کلہ، میں کہتا ہوں کہ آپ نے یہ بات برسبیل استعجاب و استغراب بیان فرمائی یا بطریق اعتراض حکایت کی۔ آپ نے کہی ضرور لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے مولوی خلیل احمد صاحب کا ذکر کس مناسبت سے کیا ہے۔ بلا وجہ تو کوئی بھی کسی کے متعلق کچھ نہیں کہتا ہے اور پھر خاص کر آپ تو پسِ پشت کسی کا ذکر برائی کے ساتھ نہیں فرماتے تھے۔ بزم جمشید والوں نے اصلی علت اور حقیقی سبب کے بیان کرنے کو مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن آپ کی بات کو بیان کرنا ضروری جانا تاکہ اپنے عیوب کو پوشیدہ رکھتے ہوئے اور اپنی علمیت اور قابلیت کا اظہار کرتے ہوئے آپ پر اعتراضات کر کے آپ کو غیر محقق اور غیر کامل ثابت کر سکیں۔ فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

آپ کے اس بیان سے پہلے پیر سید گلاب شاہ نے میلاد شریف کے

متعلق براہین کی عبارت پڑھ کر سنائی تھی اور اس مناسبت سے آپ نے یہ بات فرمائی تھی، کیونکہ براہین بھی مولوی خلیل احمد صاحب کی تصنیف ہے اور یہ بات بھی ان ہی کی ہے۔ پھر اس کے بعد سید گلاب شاہ نے حفظ الایمان کی عبارت سنائی یہ ہے۔ اصلِ علّت جس پر بزم جمشید والے پردہ ڈال رہے ہیں۔

ان عبارات کو سن کر حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کو از حد ملال ہوا، کہاں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کی مبارک محفل اور کہاں جنم کنھیا کی قبیح تمثیل۔ چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک۔ اور کہاں جناب محبوب علّام الغیوب کا علم غیب چاہے وہ بعض علم غیب ہی کیوں نہ ہو چاہے وہ کسی خاص چیز کا علم کیوں نہ ہو چاہے وہ چیز عام فہم اور بدیہی کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمرو اور ہر صبی و مجنوں اور حیوانات و بہائم کا علم۔ عقل ز حیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔ حضرت فریدالدین عطار کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خدارا در الٰہیت احد خواں
نبی را در عبودیت یکے داں
بحق اندر خدائی فرد دانا است
نبی در بندگی بے مثل و تنہا است
یقیں داں تا کہ نشناسی خدا را
نہ دانی قدر و جاہ مصطفیٰ را

اِن عبارات کو سن کر آپ کا رنجیدہ ہونا یقیناً از کمالِ ایمان ہے۔ تعجب ہے اس مسلمان پر جو اس قسم کی عبارات سن کر متالم نہ ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار۔

براہین قاطعہ والے اتنا تو خیال کرتے کہ اکثر علماء نے بارہ ماہ مبارک ربیع الانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ تولد شریف بتائی ہے۔ اور یہی قول عالم اسلام میں شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً براً و بحراً، صدہا سال سے مشہور ہو گیا ہے۔ بلکہ اس مبارک تاریخ کو تمام عالم اسلام عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کرتا ہے اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ محفل میلاد شریف میں جناب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے احوال شریفہ بیان کئے جاتے ہیں اور آپ ہی کا ذکر شریف کیا جاتا ہے۔ ایسا ذکر شریف جس کو اللہ تعالیٰ نے رفعت دی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ، اس کا ارشاد ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آٹھ سو سال سے بڑے بڑے ائمہ اور عالی قدر حفاظ اس مبارک کام کو افضل المندوبات لکھتے چلے آئے ہیں یہ وہ علمائے اعلام ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی خدمت میں اپنی عمریں صرف کی ہیں اور جن کی کتابیں تمام عالم اسلام کے لئے مشعلِ راہِ ہدایت بنی ہوئی ہیں۔ اگر براہین قاطعہ والوں کے نزدیک بعض قیود اور اسباب کی بناء پر محفلِ مبارک منعقد کرنی درست نہیں تو وہ اِن قیود اور اسباب سے اپنے متبعین کو بوجہ حسن منع کریں لیکن

اتنا خیال ضرور رکھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو جانے کی وجہ سے اس مبارک محفل اور تاریخ اور مہینہ کو جو شرف اور احترام حاصل ہوا ہے اس پر کسی قسم کا حرف نہ آئے ؎

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

چہ جائے کہ ایسی بری تمثیل دی جائے جس کو سن کر اللہ کے بندوں کے دل متألم ہوں۔ اگر وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الآیۃ زیر نظر ہو تو یقیناً ایسی عبارات سے اجتناب کیا جائے گا۔

سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر درمنثور میں ابن ابی الدنیا۔ ابن عساکر اور ابن مردویہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی لڑکی جن کا نام درّہ تھا۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔ بعض اشخاص نے ان سے کہا۔ تم تو اس شخص کی لڑکی ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ درّہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت بیان کی۔ آپ کو بڑا ملال ہوا آپ باہر تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَالِیْ اُوْذٰی فِیْ اَھْلِیْ فَوَاللّٰہِ اِنَّ شَفَاعَتِیْ لَتَنَالُ بِقَرَابَتِیْ (الحدیث) یعنی اے لوگو میرے رشتہ داروں

کی وجہ سے کیوں مجھ کو تکلیف پہنچاتے ہو، اللہ کی قسم ہے میری شفاعت میرے ہی رشتہ اور قرابت کی بدولت پائی جائے گی الخ آپ کا اُمتی ہونا اور آپ کا نام لیوا ہونا یقیناً ایک رشتہ ہے اور اسی مبارک رشتہ کے طفیل آپ کی شفاعت نصیب ہو گی اور پھر جس کو آپ سے رشتہ نسبی بھی ہو تو اس کا کیا کہنا ؎

ہاں آپ کی شفاعتِ عظمیٰ سے یا نبی
امید ہے کہ حکم مجھے خلد کا ملے،

علامہ سیوطی مسالک الحنفاء کے آخیر میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابوبکر ابن العربی سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے ایسے شخص کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباد اجداد کرام کے بارے میں کہتا ہو کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ قاضی صاحب نے بجواب تحریر کیا۔ جو شخص یہ بات کہے وہ ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ کے والد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں انتہی۔ جائے فکر اور محل خیال ہے کہ کہنے والے نے یہ بات دل آزار عناد یا دل آزاری کی وجہ سے نہیں کہی ہے بلکہ ایک صحیح حدیث کی بنا پر کہی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس پر قاضی صاحب

جوکہ پانچویں صدی کے ائمۂ اعلام میں سے ایک فرد ممتاز ہیں۔ اور دوسرے ائمۂ کرام اس شخص کو ملعون قرار دیتے ہیں اور اگر خدانخواستہ کوئی بدبخت از روئے عناد یا ایذا رسانی یہ بات کہے تو کیسے جرم عظیم کا ارتکاب کر رہا ہے نَجَّانَا اللّٰہُ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ، سیوطی رسالہ تنزیہ الانبیاء میں امام شافعی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ حدیث شریف کے اس جملہ کو لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَۃُ لَقُطِعَتْ یَدُھَا اس طرح روایت کیا کرتے تھے لَوْ سَرَقَتْ فُلَانَۃٌ لِاِمْرَأَۃٍ شَرِیْفَۃٍ، لَقُطِعَتْ یَدُھَا یعنی حدیث شریف میں بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم مبارک ادباً اور احتراماً ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے نام کی جگہ کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک شریف عورت کا نام لیا اور یہ تو علماء کرام کا معمول ہی رہا ہے کہ وہ جب اس حدیث شریف کو پڑھتے ہیں تو بی بی صاحبہ کے اسم شریف کے بعد اَعَاذَھَا اللّٰہُ یا اس کے ہم معنی کوئی دوسری عبارت ضرور پڑھتے ہیں یہ ہے ائمہ کرام کا طریقہ اور یہ ہے نسبت مبارکہ کا احترام۔ تفسیر روح البیان میں سورہ عبس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقوں میں سے ایک شخص جو اپنی قوم کا امام ہے نماز میں بجز سورہ عبس کے کوئی سورت نہیں پڑھتا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو بھیج کر اس کو قتل کرا دیا آپ نے اس شخص کے لئے ہمیشہ سورہ عبس پڑھنے سے استدلال کیا کہ وہ قتل کئے جانے کا مستحق ہے الخ علامہ ابن حجر اور

دوسرے ائمۂ اعلام نے صراحتہً لکھا ہے کہ اس قسم کے صحیح اور ثابت واقعات شریفہ کو عوام کے سامنے ہرگز بیان نہ کیا جائے جن کو سن کر عوام کے دل میں آپ کی عظمت اور بزرگی میں کمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو بلکہ ایسے واقعات بیان کئے جائیں جن کو سن کر آپ کی عظمت، اور احترام میں اضافہ ہو اور آپ کی محبت میں بیشی ہو، اس مہتم بالشان بیان کو علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسائل میں بہت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ آپ کے ذکر پاک اور سیرت مبارکہ، حدیث شریف اور سنتِ طیبہ کا ادب اور احترام اسی طرح پر کیا جائے جس طرح پر کہ آپ کا ادب اور احترام کرنا چاہیئے۔ اور لکھتے ہیں کہ ہمارے سلف صالح اور گزرے ہوئے ائمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ حضرت قاضی عیاض چھٹی صدی کے ائمہ کبار میں سے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپس کے اختلافات کی وجہ سے جناب سرورِ کائنات علیہ ازکی السلام وافضل التحیات کے ذکرِ شریف کی مبارک اور مجید محفل کو ایسی بُری تشبیہ دی جائے فَاِلَی اللّٰہِ الْمُفْزَعُ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِہٖ

حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی عبارت سے قباحت اور شناعت میں بڑھی ہوئی ہے۔ یہ چار پانچ ورق کا اردو رسالہ ۸ محرم ۱۳۱۹ھ ہجری کو مولوی اشرف علی صاحب نے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔"

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے۔ کہاں جناب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمرو اور صبی و مجنون اور حیوانات و بہائم کا علم۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ سے بالکل ظاہر چیز کے متعلق دریافت فرماتے تھے کہ آیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے اور وہ جواب میں عرض کرتے تھے اللہ اور اس کا رسول ہی دانا ہے۔ آپ نے منیٰ میں دریافت فرمایا اَتَدْرُوْنَ اَیَّ یَوْمٍ ھٰذَا یعنی آیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ یعنی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

یہ وسط ایام تشریق ہے پھر آپ نے دریافت فرمایا هَلْ تَدْرُوْنَ اَيَّ بَلَدٍ هٰذَا، کیا تم جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے صحابہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا هٰذَا مَشْعَرُ الْحَرَامِ یعنی یہ مشعر حرام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خوب جانتے تھے کہ آپ کا سمجھنا اور دیکھنا کچھ اور ہی تھا كَمَا رَوَاهُ السُّيُوْطِيُّ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى۔ الحدیث)

پہلی امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کو ہماری طرف التفات فرمائیں کہ موقع پر رَاعِنَا سَمْعَكَ کہا کرتی تھیں چونکہ اس لفظ میں منقصت کا پہلو بھی نکلتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس لفظ کے استعمال سے منع فرمادیا۔ وہ ارشاد فرماتا ہے۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا، اور اللہ تعالیٰ آپ کی تعظیم اور احترام کی تعلیم اس طرح پر فرماتا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ یعنی اے ایمان والو پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو اور ان کے ساتھ زور سے بات نہ کرو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بہ زور بولتے ہو۔ کہیں تمہاری کری کرائی محنت اکارت نہ ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

قاضی ابو محمد بن منصور کا قول علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کا کوئی برا مقصد نہ ہو یعنی اس کا مقصد نہ حقارت ہو نہ مماثلت ہو۔ اور وہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بَشَر تھے اور میں بھی بَشَر ہوں تو اس شخص کو قید کیا جائے اور اس کو خوب سزا دی جائے اور اگر عَیاذاً باللہ کسی بری نیت اور مقصد سے یہ بات کہی ہے تو پھر اس کی جزا قتل ہی ہے۔ ذرا خیال کرنا چاہیئے کہ آپ بفرمان رب العزت فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یعنی میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں لیکن آپ کے کسی امتی کو سزاوار نہیں کہ وہ کہے کہ آپ بھی بشر تھے اور میں بھی بشر ہوں کیونکہ اس طرح کہنے میں مساوات کا پہلو نکلتا ہے اور چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک۔ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

درود از حضرتش برجانِ آں کس	کہ نامد مثلِ او اندر جہاں کس
دریں عالم ہر آں کو برتری یافت	زخاکِ درگہ او سروری یافت
بمعنی شد مقدم بر ہمہ کس	اگرچہ صورتِ او آمد از پس
محمد در شریعت نام او داں	ولیکن در حقیقت احمدش خواں
بیفگن میم احمد از طریقت	کہ تا نامش بدانی در حقیقت
خدا را در الوہیت احد خواں	نبی را در عبودیت یکے داں
چو حق اندر خدائی فرد و دانا است	نبی در بندگی بے مثل و یکتا است

یقیں داں تاکہ نشناسی خدا را ۔۔۔ نہ دانی قدر و جاہ مصطفیٰ را

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ اس موقع پر مناسب تھا کہ مولوی صاحب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جواب اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ پر نظر ڈالتے لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا پر خیال کرتے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ پر غور کرتے اور پھر حضرات ائمہ کبار کی تصریحات کو پڑھتے اور اس کے بعد اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے۔ لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ بسط البنان تحریر کر دیا۔ اس رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تشریح اور تاویل کی ہے حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں، مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا بلکہ اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ ایسا قادر ہے مثلاً الخ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے لئے لکھا گیا ہے اس میں ایسی بلیغ عبارت

لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس کے سمجھنے میں عوام کیا خواص اور علماء تک قاصر رہے اور پھر لفظ ایسا تو لغوی بحث ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے صورتِ حال ظاہر ہو جائے گی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا دو طرح پر استعمال ہوتا ہے۔ یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل، مساوی اور اس قسم کا، کے ہوتے ہیں، مثلاً یہ خط تم نے لکھا ایسا خط تو بچہ بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے اور یا یہ لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی اس قدر، اتنا عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل میں بیٹھ گئی ایسا پڑھا کہ یاد ہو گیا۔ مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے اور یہ عبارت کہ حضور ہی کی کیا تخصیص ہے معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے۔ مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا۔ سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے، مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور بُرے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے۔ آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متألم ہوئے۔ کنز الحقائق میں حدیث ہے اِتَّقُوا

مَوَاضِعَ التُّهَمِ۔ لہٰذا خود ہی اپنی سہو کا تدارک کرنا چاہیئے تھا تاکہ نہ عوام کے گمراہ ہونے کا کھٹکا رہتا اور نہ کوئی بدگمانی کرتا۔

مولوی صاحب نے اس دوسرے رسالہ کو حفظ الایمان کے ساتھ چھپوا دیا۔ اس رسالہ کو دیکھ کر اللہ کے نیک بندوں کو مزید افسوس ہوا۔ ان کو کہتے سنا گیا۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ ہر طرف سے مولوی صاحب پر اعتراضات ہوتے رہے۔ تیرہ سال اس حالت پر گزرے۔ آخر مجبور ہو کر مولوی صاحب کے بعض مریدوں نے حیدرآباد دکن سے صفر ۱۳۴۲ھ کو ایک خط مولوی صاحب کو ارسال کیا، اس میں لکھتے ہیں (۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین و بہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے (۲) جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ (۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ و بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو (۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو اور حکیم الامہ کی شان سے جو توقع

تھی وہ پوری ہو سکے گی (الخ) اس خط کے بعد مولوی صاحب نے ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ کو ایک رسالہ تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان تالیف کیا۔ یعنی حفظ الایمان کی تالیف کے ۲۳ سال بعد اور میرٹھ کے واقعہ اور بسط البنان کی تالیف کے ۱۳ سال بعد اور قبلۂ عالم حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کے انتقال کے ایک سال بعد مولوی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت بدلی۔ مولوی صاحب تغیر العنوان میں لکھتے ہیں (جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے دی ہے چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنا نہیں ظاہر کی اس لئے ترمیم کو دلالت علی خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے اس لئے ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا اب سوال ہذا میں جو بنا ربیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے لہٰذا قبولاً للمشورۃ اس کو لفظ "اگر" کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے تک اسی طرح بدلتا ہوں۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع ہی میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جائے۔

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ الخ۔

رسالہ بسط الجنان لکھ کر عبارت کے سقم کو مولوی صاحب نے

در پردہ تسلیم کیا تھا اور رسالہ تغییر العنوان لکھ کر اس سقم کو قدرے صراحتہً تسلیم کرلیا اور آیت شریفہ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ اور اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کے پیش نظر اس قسم کی عبارت کا لکھنا قطعاً ناجائز ہے ہاں اگر سہواً کوئی اس قسم کا کام کرلے اور آگاہ ہونے پر اس کی اصلاح کرے تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ، کما رواہ ابن ماجہ وغیرہ وادردہ السیوطی فی الجامع الصغیر، واللّٰہ ولی التوفیق۔

جائے فکر۔ مولوی صاحب نے ۱۳۴۲ھ ہجری کو حفظ الایمان کی عبارت بدلی، وہ خود لکھتے ہیں کہ اس عبارت کو اس طرح بدلتا ہوں اور اس کو اس طرح پڑھا جائے۔ لیکن بُرا ہو اس تعصب کا کہ اُن کے بعض بہی خواہ اور طرفدار اب تک حفظ الایمان کو اسی بدنام عبارت کے ساتھ چھپوا رہے ہیں۔ براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور اس قسم کے دوسرے رسائل میں جو بے باکانہ اور ستہجنہ عبارتیں طبع ہوئیں اس نے جوانوں اور بے علموں کے احساسِ ادب پر پورا اثر کیا۔ ان کے دلوں سے جذبہ احترام نکال دیا۔ لہٰذا ان کے نزدیک عبارت بدلنے کا سوال ہی بے کار ہے۔ ایسے واعظانِ نوخاستہ اگر اپنے وعظ میں اولیائے حق اور اکابرِ امت محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا اَلْفُ اَلْفِ

صَلَاۃِ وَتَحِیَّۃ۔ کا جتنا بھی استخفاف کریں کم ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے بعض نوجوان واعظوں کے ایسے کلمات سُنے ہیں کہ تَرْتَعِدُ مِنْہَا الْفَرَائِصُ وَتَقْشَعِرُّ مِنْہَا الْجُلُوْدُ فَاِلَی اللّٰہِ الْمَفْزَعُ وَاِلَیْہِ الْمُشْتَکٰی وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِہٖ

نمبر ۸ لکھا ہے۔ اس سے پیشتر وہ بڑی بڑی ہستیوں کا ذکر حقارت سے کر چکے تھے۔ الخ

تبصرہ حضرت سیدی الوالد پر یہ صریح اتہام ہے۔ اللہ کے نیک بندوں اور بزرگانِ دین کا جو ادب اور احترام آپ کرتے تھے اس کا تعلق دیکھنے سے تھا اس مجالہ میں اس کا کیا ذکر کروں آپ کے احوالِ شریف لکھ رہا ہوں وہاں اس کا بیان ہوگا۔

نمبر ۹ لکھا ہے۔ مثلاً مولوی قاسم اور فلاں فلاں میرے یہاں خانقاہ شریف میں برہنہ پا حاضر ہوتے تھے۔ الخ

تبصرہ آپ نے اس طرح پر ارشاد فرمایا تھا" مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے حضرت شاہ عبدالغنی سے خانقاہ شریف میں حدیث شریف پڑھی ہے یہ دونوں اپنے استاد اور ان کے جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ کبھی خانقاہ شریف میں جوتی پہن کر داخل نہیں ہوئے ہمیشہ دروازہ سے باہر جوتی اتار کر بہ ادب داخل ہوتے تھے الخ آپ نے صرف ان دو صاحبان کے متعلق یہ فرمایا۔ آپ نے دونوں کے نام لئے لیکن

آپ نے نہ فلاں فلاں کہا اور نہ آپ نے میرے یہاں فرمایا۔ یہ سب از قسم اضافاتِ بندہ ہے۔ فلاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ۔

مولوی حافظ احمد صاحب کی وجہ سے ان کے پدر بزرگوار کا ذکر آیا۔ آپ نے جس خوبی اور محبت کے پیرایہ میں مولوی صاحب کی تعریف فرمائی وہ میں اصل واقعہ میں لکھ چکا ہوں۔ افسوس ہے آپ کی محبت اور تعریف کو عداوت اور تحقیر پر لِاَسْبَابٍ لَا یَعْلَمُہَا اِلَّا اللّٰہُ حمل کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے محاسن قوم مساوی عند آخرین ہیں دو واقعات لکھتا ہوں تاکہ ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ آپ کا بیان تعریف کا سبب بنتا ہے یا تحقیر کا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھائی کے پوتے مولوی عبدالسلام صاحب اکثر آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ استاد زادگی کی وجہ سے آپ ان کا خیال فرماتے تھے۔ ایک دن آپ مصروف حلقہ و توجہ تھے۔ اس وقت مولوی صاحب آئے آپ نے ان کو اپنے پاس مسند پر بٹھایا پھر بمحبت ان کے پاؤں دبانے لگے پھر مخلصین کو مخاطب ہو کر ارشاد کیا اگر حضرت شاہ عبدالعزیز ہوتے تو قدر کرتے کہ یہ بھی کوئی ہمارا شاگرد ہے۔ اس دن آپ کے پاس جو کچھ تحفہ اور ہدیہ آیا وہ آپ نے مولوی صاحب کو پیش کیا۔ آپ نے علم دین کی عزت کرتے ہوئے اپنے آبار واجداد کے استاد زادہ کی عزت کی آپ کے پیش نظر

کوئی دنیوی مقصد نہ تھا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود تھی۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ۔

سنہ ۱۳۴۶ ہجری کو میرا میرٹھ جانا ہوا۔ وہاں صدر کی جامع مسجد سے جب باہر نکلا تو میں نے ایک جماعت کو اپنے سے پانچ سات گز کے فاصلہ پر جاتا دیکھا۔ اس جماعت میں سے ایک شخص نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر یہ جماعت گلی میں ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی میں نے اس وقت اس جماعت میں ایک مرد نحیف سفید ریش کو دیکھا جو سیاہ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو وہ محبت ملے اور پھر مجھ سے آگے بڑھ جانے کو کہا چنانچہ میں آگے بڑھ گیا اور بعد میں مجھ کو اپنے رفقاء سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب جناب مولوی خلیل احمد صاحب تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی تھی۔ انھوں نے اپنے استاد کی وجہ سے بطریقۂ احترام میرے ساتھ مرعی رکھا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے برادرزادہ کا پوتا ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ خَیْرَ الْجَزَاءِ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

نمبر ۱۰۔ لکھا ہے۔ اب جب مولانا خلیل احمد صاحب کی نسبت اس طرح کہا تو مجھ کو بہت ناگوار ہوا۔ الخ

تبصرہ جائے فکر ہے کہ بڑی بڑی ہستیوں کی تحقیر پر خاموشی اختیار کی گئی۔ حالانکہ بڑی بڑی ہستیاں یا تو پیر اور استاد ہیں

یا بمنزلہ پیر اور استاد کے ہیں اور ایسے افراد کی تحقیر کوئی برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ لوگ آبا رِ معنوی ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب برادرِ طریقت تھے اور بھائی کے متعلق خاموشی اختیار کرنی نسبتاً آسان ہے۔ بزم جمشید والوں نے قضیہ برعکس کر دیا ہے اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم قرار دینا یقیناً کسی سبب سے ہے ع۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

بزم جمشید والوں نے اگرچہ واقعہ کو بہت بگاڑ کر لکھا ہے لیکن ان سے ایسی خامیاں رہ گئی ہیں جو ان کی محنت کو بے کار کر رہی ہیں۔ مثلاً خود ہی دونوں بھائیوں کے دوڑ کر جانے کا بیان کیا جا رہا ہے اور پھر خود ہی تکلف اور آرام کرسی کا قصہ چھیڑ رہے ہیں حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ نے نہ تو بڑی ہستیوں کی تحقیر کی تھی اور نہ چھوٹی ہستیوں کی۔ آپ نے تو براہین قاطعہ کی دل آزار عبارت سنی، آپ کو رنج ہوا پھر حفظ الایمان کی مستہجن عبارت سنی، جس کو تیرہ سال کے بعد مجبور ہو کر خود مولوی صاحب نے بدلا اور اس سلسلہ میں آپ نے جو حق بات تھی اس کا اظہار فرمایا۔ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّقَالَ یہ ہے اصل حقیقت جس پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

نمبر ۱۱ لکھا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی الخ

تبصرہ ۔ آپ نے یہ روایت مولوی شمس الدین صاحب سے سنی تھی وہ صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے ۔ غدر ۱۹۴۷ء میلادی کے بعد غربی پاکستان چلے گئے ۔ دو سال ہوئے عازم ملک بقا ہوئے ۔ رحمۃ اللہ

نمبر ۱۲ ۔ لکھا ہے اس کا راوی کون ہے ؟ الخ

تبصرہ اس کے راوی دو نفر تھے ایک مولوی شمس الدین صاحب اور دوسرے حافظ اشفاق الٰہی صاحب جو صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے ۔ یکم مارچ ۱۹۴۷ء میلادی کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا، یہ دونوں صاحبان اس شخص سے واقف تھے جن کو میلاد شریف کرنے اور اس کے حامی ہونے کی وجہ سے مولوی خلیل احمد صاحب نے بیعت نہیں کیا تھا

نمبر ۱۳ لکھا ہے وہاں ایک اور مولوی صاحب تھے ۔ الخ

تبصرہ ۔ یہی صاحب مولوی شمس الدین صاحب تھے ۔ جنہوں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تھا ۔

نمبر ۱۴ لکھا ہے ان کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے ۔ الخ

تبصرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی اس طرح پر مدد فرماتا ہے کہ کسی کو خیال بھی نہیں آسکتا ۔ ذرا خیال فرمائیں جن مولوی صاحب نے آپ سے واقعہ بیان کیا تھا وہ خود اس موقع پر موجود تھے اور دوسرے راوی حافظ اشفاق الٰہی صاحب بھی موجود تھے آپ نے صرف ارے بھائی

جواب دو"۔ فرما کر جواب باصواب بھی دے دیا اور شہادت درست اور قوی اور مقبول بھی پیش کر دی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ایسی روایت صحیحہ اور ثابتہ کا ابطال صرف باتیں بنا لینے سے نہیں کیا جا سکتا بزم جمشید والے اگر فی الواقع حقیقت کو معلوم کرنا چاہتے تو نہ صدر میرٹھ میں خود اس شخص سے کیفیت معلوم کر سکتے تھے جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اور جس کو مولوی خلیل احمد صاحب نے اپنے طریقہ شریفہ میں بیعت نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ شخص اس وقت تک زندہ سلامت موجود تھا بلکہ بزم جمشید والے خود مولوی خلیل احمد صاحب سے اس بات کو دریافت کر سکتے تھے لیکن بزم جمشید والوں کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ ان کا مقصد تو حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کی روایت کا ابطال اور استخفاف تھا اور اپنی علمیت کی شان دکھانی مطلوب تھی۔

آتش آں نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آتش آں است کہ در خرمنِ پروانہ زدند

نمبر ۱۵ لکھا ہے۔ مولانا دہلوی کوٹھی پر نماز عشاء کی تیاری کرنے لگے الخ

تبصرہ:۔ آپ اکثر عشاء کی نماز وہاں کوٹھی پر ادا فرماتے تھے جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا پر عمل تھا۔ اس رات کوئی خاص بات نہیں تھی البتہ اس رات کی نماز سلسلۂ کلام کو منقطع کرنے کے لئے اچھا ذریعہ ثابت ہوئی ورنہ کیا معلوم سید گلاب شاہ اور کیا کچھ اپنے مختصر

رسالے سے پڑھ کر سناتے۔

نمبر ۱۶ لکھا ہے۔ اس وقت میرے ساتھ (جناب شمس العلماء) حافظ احمد صاحب (ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بھی وہاں تشریف رکھتے تھے وہ بھی شرکت جماعت کے لئے تیار ہو گئے الخ

بصیرہ مشہور مقولہ ہے۔ آں راکہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک حافظ صاحب کا معاملہ بالکل صاف اور پاک تھا، وہ اپنے پدر بزرگوار کے طریقہ پر قائم تھے انھوں نے کبھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف یا خیال شریف یا ذکر شریف یا محفل میلاد شریف کے متعلق کوئی قبیح تشبیہ نہیں دی تھی اور نہ کوئی دل آزار لفظ زبان سے نکالا تھا اور نہ قلم سے تحریر کیا تھا لہٰذا وہ اس موقع پر کیوں پریشان ہوتے اوروں کی تحریرات سے ان کو کیا واسطہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی۔ یہی سبب تھا کہ وہ جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئے حافظ صاحب کا جماعت میں شرکت کے لئے تیار ہونا صاف بتا رہا ہے کہ بڑی بڑی ہستیوں کی تحقیر اور خاص کر مولانا قاسم صاحب کی تحقیر کی کہانی قطعاً بے بنیاد ہے۔ اگر اس قسم کی ذرا سی بھی کوئی بات ہوتی تو حافظ صاحب کو یقیناً بڑا رنج و ملال ہوتا اور اس حالت میں اگر مولوی اشرف علی صاحب نماز میں شرکت کے لئے تیار ہو جاتے، تو حافظ صاحب ان کو روکتے چہ جائے کہ وہ خود جماعت میں شرکت کے لئے تیار ہوتے، اپنے والد کی تحقیر کو اور پھر ایسے ذی علم اور

جلیل القدر والد کی تحقیر کو کوئی نہیں برداشت کرتا

حافظ صاحب کی آپ سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ حافظ صاحب نے خوب اچھی طرح دیکھ لیا کہ آپ کو صرف مستہجن عبارات کا رنج ہوا ہے۔ اور اسی کو آپ نے برا سمجھا ہے، یوں آپ ہر دو صاحبان سے بہ محبت ملے اور بہ طریق مودت پیش آئے۔ نفسانیت کا ذرہ بھر شائبہ نہ تھا، اس لئے حافظ صاحب اس ملاقات سے نہ صرف محظوظ اور مسرور ہی ہوئے بلکہ وہ آپ کی محبت لے کر وہاں سے مرخص ہوئے اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس واقعہ کے چند ماہ بعد مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں کوئی جلسہ منعقد ہوا۔ حافظ صاحب نے بہ حیثیت مدرسہ کے مہتمم ہونے کے آپ کو دعوتی خط ارسال کیا۔ آپ نے ان کو اس طرح پر جواب دیا۔ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میاں محمد احمد کو بعد سلام علیک کے واضح ہو تم نے دو پرچہ مطبوع لفافہ میں بند کر کے بھیجے تھے وہ ہم کو پہنچے تھے تمہاری سعادت مندی اور نیکی ہے مگر ہمارے مزاج سے اور حال سے تم واقف نہیں ہو اگر واقف ہوتے تو شاید ہم کو دعوت نہ دیتے۔ ہم بہ درجہ ضعف کے مجمع میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری عادت ہے ہم کو معذور رکھو علم دین سیکھنا سکھانا ہمارا ایمان ہے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا طریقہ ہم کو پسند ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ

وَ بَلِّغْتُ اَقْدَامَکُمْ ۔ وَالسَّلَام

نمبر ۱۷ لکھا ہے۔ خدا کی قدرت دیکھیے یہ معلوم ہوا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلے پر جاتے ہی فرمایا کہ میری جماعت والوں کے سوئی جو اور لوگ ہیں وہ علیحدہ ہو جائیں یہ سن کر میں نے اس وقت حافظ صاحب سے کہا کہ دیکھئے ایسے ہی احتمالات سے میں نے آپ کو روکا تھا۔ اگر آپ جاتے تو یہی الفاظ آپ کو بھی سننا پڑتے۔ الخ

تبصرہ جناب من، آپ نے خداوند کریم جل شانہ وعم احسانہٗ کی یہ قدرت کیسے دیکھ لی۔ آپ تو نماز شروع ہونے سے پانچ سات منٹ پہلے تشریف لے گئے تھے آپ نے اپنے کان سے یقیناً یہ بات نہیں سنی ہے۔ ضرور کسی راوی نے یہ بات کہی ہے اور اس نے بلا شک وشبہہ حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کے الفاظ کو بدلا ہے آپ کے الفاظ یہ تھے " ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے "۔ میری جماعت کا لفظ آپ نے قطعاً استعمال نہیں کیا۔ جماعت بندی اور تفرقہ اندازی سے آپ بالکل الگ تھے ہر بندۂ تقی سے آپ کو محبت تھی اور وہی آپ کی جماعت تھی چاہے آپ سے بیعت ہو چاہے نہ ہو، چاہے آپ سے واقف ہو چاہے نہ ہو، محفل مبارک میلاد شریف میں شریک ہوتا ہو چاہے نہ ہوتا ہو، آپ نے سالہا سال جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب تلمیذ رشید جناب مولانا قاسم صاحب کے مدرسہ میں جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ اور

نماز کے بعد گھنٹوں مولوی صاحب اوران کے نائب جناب مولانا مولوی محمد شفیع صاحب اور دیگر افراد سے مصروفِ کلام رہتے تھے بلکہ آپ کے پاس بعض افراد آتے تھے جو مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت تھے۔ وہ گھنٹوں آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی کو اس بنا پر جماعت میں شریک ہونے سے نہیں روکا کہ وہ آپ سے بیعت نہ تھا۔ جس کا بھی دل صاف ہوا اس نے بغیر کسی کھٹکے کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور مسرور رہا۔ ہاں جس کے دل میں ذرا سا بھی کھوٹ ہوتا تھا یا کسی قسم کی پریشانی اس میں ہوتی تھی وہ آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا تھا چاہے وہ آپ سے بیعت ہی کیوں نہ ہو۔ وہاں تو صرف صفائی قلب کا معاملہ تھا۔ جماعت بندی سے کیا واسطہ۔ مسلمانوں پر جہاں کہیں کوئی افتاد پڑتی تھی آپ بے چین ہو جاتے تھے۔ جنگ بلقان، جنگ طرابلس اور حرب عمومی کے دوران میں جو کیفیت آپ کی تھی اس کا کیا ذکر کروں ہر نماز میں آپ نصرتِ اسلام کے لئے قنوت پڑھتے تھے۔ جس وقت انور پاشا کی شہادت کی خبر آپ کو ملی اور ایک اخبار نے انور پاشا کا فوٹو شائع کیا وہ اخبار اتفاق سے آپ کی نظر سے گزرا آپ زار و قطار رونے لگے اور انور پاشا اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر فرماتے رہے تقریباً آدھ گھنٹہ یہ کیفیت آپ پر طاری رہی رحمۃ اللہ علیہا۔

اور آپ نے یہ بھی نہیں فرمایا۔ جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں
آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب کا ایک صحیح واقعہ بیان فرمایا، اس کے
متعلق تو بزم جمشید والے لکھ رہے ہیں کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی
اس کا راوی کون ہے اور پھر استخفافاً کہا جا رہا ہے۔ ان کے پاس
کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے اور پھر کہا جا رہا
ہے کہ یہ آپ کے راویوں کی حالت ہے اور اب خود بزم جمشید والے
ایک سنی ہوئی بات کو جو کہ یقیناً غلط ہے مجہول طریقہ پر بیان کر رہے ہیں
نہ یہ بتاتے ہیں کہ ان سے یہ غلط بات کس نے کہی اور نہ راوی کی حالت
بیان کرتے ہیں۔ نہ اب جرح سے کچھ بحث ہے۔ نہ تعدیل سے سروکار
یہ ہے قدرتِ پروردگار، اور اس کو کہتے ہیں چاہ کن را چاہ درپیش۔
جناب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے اپنے پیر و مرشد حضرت
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہما کے ایک پند سودمند کو نظم فرمایا
ہے وہ کہتے ہیں۔

مرا پیر دانائے روشن شہاب ... دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر غیر بد بیں مباش ... دوم آنکہ بر خویش خود بیں مباش

اگر آپ کو مولوی صاحب یا حافظ صاحب کی نماز میں شرکت ناپسند ہوتی
یا آپ کا مقصود ان کا رخصت کرنا ہوتا تو نماز سے فارغ ہو کر آپ
ان دونوں صاحبان کے متعلق کیوں دریافت فرماتے آپ کو تو ان دونوں
صاحبان کے جانے کا علم بھی اس وقت ہوا جب شیخ وحید الدین صاحب

نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے۔

نمبر ۱۸ ۔ لکھا ہے۔ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی الخ

بصیرہ ۔ اب تک جو کچھ لکھا گیا تھا وہ بمنزلہ تمہید اور توطئہ کے تھا حرفِ مدعا تو اب زباں پر آیا ہے۔ اسی مقصد کے لئے روایاتِ موضوعہ کو بیان کیا گیا اور اسی مدعا کے لئے واقعہ کو غلط طریقہ پر ذکر کیا گیا ـــ میرے پیشِ نظر تو حضرتِ جامی کا وہ حکیمانہ مقولہ ہے جو دیباچہ میں لکھ چکا ہوں۔ جب کبھی اس قسم کی بات سنتا ہوں یا ایسی عبارت پڑھتا ہوں تو فوراً ان کا زرین حکیمانہ قول یاد آجاتا ہے اور دل سے حضرتِ قائل رحمہ اللہ کی فراست کا معترف ہو جاتا ہوں۔

آپ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العلیہ کے طریقہ شریفہ پر کار فرما تھے جن کے بارے میں حضرت جامی رحمہ اللہ ارشاد کرتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند   کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را
ناقصے گر کند ایں سلسلہ را طعن قصور   حاشا للہ کہ برآرم بہ زباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند   روبہ از حیلہ چاں بگسلد ایں سلسلہ را

آپ کے متعلق میں کیا بیان کروں کہ وہ کیا تھے اور آپ کے کمالات اور اوصاف کے بارے میں کیا تحریر کروں کہ وہ کیسے تھے ؎

نہ حسنش آخرے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ اس حدیث شریف کے اتم مصداق تھے خِیارُ کُمُ الَّذِینَ اِذَا رُأوا ذُکِرَ اللّٰہ، کما رواہ ابن ماجہ - آپ کی ذاتِ گرامی آپ کے کمال عالی پر دلیل تھی، آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کا مضمون تھا۔ مولوی اختر شاہ خاں صاحب امروہوی ساکن صدر بازار میرٹھ اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن دل وجان سے آپ کے معتقد اور مداح تھے وہ ۱۳۲۶ھ کو اپنے قصیدۂ مدحیہ میں کہتے ہیں

مرحبا اے مظہرِ ذاتِ خدائے لایزال
دیکھ در وصفت زبانِ عقلِ اول گشتہ لال

مرحبا اے غیرتِ خورشیدِ عالمتابِ دہر
کز ضیا رت در دمے آمد مہِ کامل ہلال

مرحبا اے مایۂ صد گونہ فخرِ اولیا
کز فیوضِ صحبتِ تو جامِ جم گردد سفال

ہر زماں اہلِ زمیں اندازِ دروفت مقتبس
می سزد گر گویم آں را آفتابِ بے زوال

اقتضائے صاحبِ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ گشتہ
بس کہ کردی دولتِ دنیائے دوں پائمال

تو الوالخیرِی و محمودی و مسعودِ ازل
خیریت از ذاتِ تو یابد چگونہ انفصال

ہمتت مستغرقِ بحرِ رضا ماند مدام
کے بدامانش نشیند از جہاں گرد ملال

کے خسانِ دہر را گنجائشے در قلبِ تو
کاتشِ عشقِ خدا دارد در دبس اشتعال

دیو را یا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا وِردِ شد
بس کہ از دستِ تو می یابد دمادم گوشمال

شانِ عنقا را چہ داند جغدِ دوں نادر شد
ناقصے در شانِ والائے تو کرد ار قیل وقال

کور باطن از نیابد در حضورت گومیا
شپرک خورشید را ہرگز نمی خواہد وصال

در حضورت طالباں را مرگ ہم باشد حیات
زندگی باشد مگر در غیبتت جاں را وبال

مختصر گویم کہ نتوانم صفات حصر کرد
باجمالی باجلالی باکمالی خوش خصال

جو یدار کورے زمن اوصاف پاکت را دلیل　　　گوگیش خود شمس آمد بر وجود شمس دال

آپ کے قدر شناس آپ کے والد ماجد پیر و مرشد حضرت شاہ محمد عمر اور آپ کے اساتذۂ کرام حضرت شاہ عبد الغنی حضرت شاہ محمد مظہر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ردولوی مہاجر، حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر تھے۔ آپ کے قدرداں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر اور مولانا عبد الحق مہاجر شیخ الدلائل تھے۔ آپ کے گرویدہ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مولانا مولوی عبد العلی وغیر ہما تھے کتنے ہی اللہ کے نیک بندے دیکھے گئے جو خود صاحب ارشاد اور مقتدائے روزگار تھے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے بیٹھتے تھے کتنے ہی اللہ کے نیک بندوں کو دیکھا گیا جو آپ کی درگاہ ارشاد پناہ پر حالت وجد اور بیقراری میں یہ شعر بہ آواز بلند پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

من کیستم کہ با تو دم دوستی زنم
چندیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم

اور کسی کو گریہ وزاری کی حالت میں پڑھتے سنا۔

بر درت اے شاہِ شاہاں آمدم　　　مضطر و خاطر پریشاں آمدم
ہمرۂ صد یاس و حرماں آمدم　　　با ہزاراں شوق وارماں آمدم

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

اور کسی کو بیقراری کی حالت میں کہتے سنا۔

گر تو خواہی تا شوی بدرِ منیر — خاک شو در زیرِ پائے ایں فقیر
عروۃ الوثقیٰ زکانِ معنوی — بحرِ معنی بادشاہِ دہلوی

یہ عاجز آپ کے احوالِ شریفہ کو جمع کر کے کتاب کی صورت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ عن قریب یہ کتاب فیض انتساب مرتب ہونے والی ہے [1] جس کو آپ کے احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ افسوس صد افسوس ایسے یکتائے روزگار ولیِ حضرت پروردگار کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی۔

حَسَدُوا الفَتَیٰ اِذ لَم یَنَالُوا سَعیَہٗ — فَالکُلُّ اَعدَاءٌ لَہٗ وَخُصُومٗ
کَضَرَائِرِ الحَسنَاءِ قُلنَ لِوَجہِہَا — حَسَدًا وَبُغضًا اِنَّہٗ لَدَمِیمٗ

اور یہ بات صرف اس بنا پر کہی جا رہی ہے کہ حفظ الایمان کی ایمان سوز عبارت پر آپ نے مولوی اشرف علی صاحب کو ٹوکا تھا۔ ایسی عبارت جس کو خود مولوی صاحب نے ۱۳۴۲ھ ہجری کو بدلا۔ افسوس ہے بزمِ جمشید والوں کے نزدیک ایسی بری تحریر پر ٹوکنا بھی جرمِ عظیم قرار پائے۔ اِلَی اللّٰہِ المَفزَعُ وَاِلَیہِ المُشتَکیٰ۔

بجرمِ عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سرِ بام آ چہ خوش تماشائیست

---

[1] اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے کتاب سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر معروف بہ مقاماتِ خیر ۱۳۹۲ھ میں اور کتاب سوانح حیات ابوالخیر معروف بہ مقاماتِ اخیار ۱۳۹۴ھ میں مرتب ہو کر چھپ چکی ہیں۔ پہلی کتاب اردو میں ہے اور دوسری فارسی میں اور نام دونوں کتابوں کے تاریخی ہیں۔

یہ فقیر دلدادۂ کمال پیر دست گیر عرض کرتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد رحمہ اللہ اپنی نمازِ بانیاز میں نا اہل اور بد عقیدہ اور پریشان خاطر افراد کو شریک نہیں ہونے دیتے تھے۔ ناسمجھ، کم فہم اور قلیل العلم لوگ اعتراضات کرتے تھے اور مدعیانِ تحقیق اس کو کامل نہ ہونے کی علامت سمجھتے تھے ایسے حضرات سے کہتا ہوں۔

اے برادر بے نہایت در گہے است
ہر چہ بر وے می رسی بر وے مایست

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ، نصِ قطعی ہے انسان کو نہیں چاہیئے کہ وہ اپنے علم پر ناز کرتے ہوئے اللہ کے نیک بندوں کا استخفاف کرے۔

فَإِذَا كُنْتَ فِي الْمَدَارِجِ غِرًّا ثُمَّ أَبْصَرْتَ حَاذِقًا لَا تُمَارِ
لَا تَكُنْ مُنْكِرًا فَثَمَّ أُمُورٌ لِطِوَالِ الرِّجَالِ لَا لِلْقِصَارِ
فَإِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ لِأُنَاسٍ رَأَوْهُ بِالْأَبْصَارِ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہر کام اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں

دریں بحر جز مردِ داعی نہ رفت گم آں شد کہ دنبالِ داعی نہ رفت
کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند برفتند بسیار و سرگشتہ اند
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

آپ کی صلاۃ معراج نشان اور مظہر اتم درجۂ احسان اور آپ کے مقامات عالی شان کا کیا بیاں میں لکھوں بلکہ حقیقت یہ ہے۔

در مقاماتِ منزلِ جب نال
جان کے رسد بہ مرکب لنگ

مَعَ هٰذَا، فَقَدْ قِيْلَ، مَالَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ، بنا ٔ علیہ میں اس سلسلہ میں پہلے چند احادیث شریفہ لکھتا ہوں ذرا ان کو خیال سے پڑھا جائے۔ اختصار کی وجہ سے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں پھر کچھ کیفیت تحریر کروں گا۔

۱ مشکات کے باب القِرَاۃِ فی الصَّلاۃِ میں مالک۔ احمد، ابوداؤد ترمذی، نسائی سے نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ میں نے پڑھا تھا۔ آپ نے ارشاد کیا اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ۔ یعنی میں بھی کہتا تھا کیا بات ہے جو میری قرأت میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔۔ ابن ماجہ نے اسی معنی کی حدیث روایت کی ہے۔

۲ مشکات باب فی الوسوسۃ میں مسلم سے وہ عثمان بن ابی العاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں شیطان میری قرأت کو خراب کرتا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا، اس شیطان

کا نام خنزب ہے جس وقت تم کو اس کا احساس ہو تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دو راوی کہتے ہیں، میں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا، اور اللہ نے اس کو مجھ سے دور کیا۔

۳۔ مشکات، کتاب الرقاق میں احمد سے وہ عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرا ایک پردہ تھا اس پر پرندوں کی تصویریں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا یا عَائِشَۃ حَوِّلِیۡہِ فَاِنِّیۡ اِذَا رَأَیۡتُہٗ ذَکَرۡتُ الدُّنۡیَا۔ یعنی اے عائشہ اس پردہ کو پلٹ دو کیونکہ میں جب اس کو دیکھتا ہوں دنیا یاد آجاتی ہے اور مشکات کے باب الستر میں بخاری کی روایت انس سے ہے کہ آپ نے عائشہ سے فرمایا۔ اَمِیۡطِیۡ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا يَزَالُ تَصَاوِیۡرُہٗ تَعۡرِضُ لِیۡ فِیۡ صَلَاتِیۡ یعنی اپنے اس باریک پردہ کو جس پر تصاویر ہیں میرے پاس سے دور کر دو کیونکہ نماز میں اس کی تصویریں میرے سامنے پیش آتی رہیں۔

۴۔ مشکات باب الستر میں بخاری اور مسلم سے وہ عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کالی چادر میں جس پر دھاریاں پڑی ہوئی تھیں نماز پڑھی آپ نے دھاریوں پر نظر ڈالی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ارشاد کیا میری اس چادر کو لے جا کر ابوجہم کو دے دو، اور ان کی چادر میرے واسطے لے آؤ۔ فَاِنَّهَا

اِلْهَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ صَلَاتِیْ کیونکہ ابھی اس چادر نے نماز میں مجھ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، یعنی میں نے اس کی دھاریوں کو دیکھا اور بخاری عروہ سے وہ اپنی خالہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد کیا کنت نظر اِلٰی عَلَمِهَا وَاَنَا فِی الصَّلٰوۃِ فَاَخَافُ اَنْ یَفْتِنَنِیْ۔ یعنی میں نماز میں تھا اور میری نظر اس کی دھاریوں پر پڑی مجھ کو اندیشہ ہوا کہیں یہ مجھ کو اپنی طرف متوجہ نہ کرلے۔

۵۔ مشکات کے باب صفۃ الصلٰوۃ، فصل ثالث میں احمد سے نقل ہے وہ ابوہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ہم کو پڑھائی آخیر کی صفوں میں ایک شخص نے ایسا عمل کیا جو آداب صلوٰۃ کے منافی تھا سلام پھیرنے کے بعد آپ نے اس شخص کو آواز دی اور فرمایا اے فلاں تجھ کو اللہ کا ڈر نہیں ہے تو نہیں دیکھتا کس طرح تو نے نماز پڑھی ہے۔ اِنَّکُمْ تَرَوْنَ اَنَّهٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ یعنی شاید تم لوگ خیال کرتے ہو گے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس میں سے کوئی چیز مجھ سے چھپی رہتی ہوگی۔ اللہ کی قسم ہے جس طرح میں اپنے سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں اسی طرح یقیناً میں اپنے پیٹھ پیچھے کی چیز دیکھتا ہوں۔

مشکات مطبوعہ ۱۲۷۱ ہجری در مطبع احمدی دہلی کے حاشیہ پر ابن حجر کی عبارت اسی حدیث کی شرح میں لکھی ہے ترجمہ لکھتا ہوں

"نماز کی حالت میں انتہائے قرب اور ظہور تجلیات کی وجہ سے آپ کے چشم مبارک کی قوتِ شریفہ اس حد تک قوی ہو جاتی تھی کہ آپ پر تمام موجودات کی حقیقتیں ان کی اصلی حالت میں ظاہر ہو جاتی تھیں، آپ پیٹھ پیچھے کی چیز کو بھی اسی طرح معائنہ فرماتے تھے جس طرح سامنے کی چیز آپ کے زیرِ نظر ہوتی تھی چونکہ آپ انتہائے اوج کمال پر ہوتے تھے۔ اس لئے تمام موجودات یعنی کائنات کی دید نظر آپ کی جمعیتِ خاطر اقدس کو پراگندہ نہیں کرتی تھی اور نہ آپ کو کوئی شئے اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ فَھُوَ وَاِنِ اسْتَغْرَقَ فِی عَالَمِ الْغَیْبِ لَایَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْئٌ مِنْ عَالَمِ الشَّھَادَۃِ یعنی عالم غیب میں محویت اور استغراق کے باوجود آپ سے کوئی شئے عالم شہادت یعنی عالم ظہور اور مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی" انتہیٰ

یعنی اگرچہ آپ انوار و تجلیات سے گھرے ہوئے ہوتے تھے اور عالم غیب کے اسرار و لطائف کے دیکھنے سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے تھے لیکن آپ پر اس حالت قرب اور حضوری میں بھی تمام کائنات کی حقیقت اور کیفیت منکشف رہتی تھی اور تمام موجودات آپ کے زیرِ نظر ہوتی تھیں۔

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق سے شامِل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

یہ فقیر کاتب الحروف کہتا ہے کہ نبوت کا مقام ارشاد اور ہدایت کا مقام ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام پر خواب میں بھی غفلت طاری

نہیں ہوتی، سیوطی خصائص میں بخاری اور مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ تَنَامُ اَعْیُنُھُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُھُمْ اور ابن سعد سے روایت کرتے ہیں۔ عن عطاء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِیَاءِ تَنَامُ اَعْیُنُنَا وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُنَا اور پھر ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ افضل الانبیاء والمرسلین اور محبوب رب العالمین تھے مقام نبوت کے اعلیٰ ترمقام پر فائز تھے۔ تمام عالم کے لئے آپ معبوث تھے آپ ہر وقت صحو اور ہوشیاری کی حالت میں رہتے تھے۔ سُکر اور بے خبری کے لئے وہاں گنجائش نہ تھی، اور جتنا آپ تقرب اور حضوری کے مقام پر فائز ہوتے تھے اتنا ہی آپ کا صحو بیشتر اور اضافہ ہوتا تھا چونکہ نماز کی حالت تقرب اور حضوری کا اعلیٰ ترین مقام ہے اس لئے آپ کی قوتِ نظر نماز کی حالت میں انتہائی قوی ہو جاتی تھی اور آپ کی وہ کیفیت ہوتی تھی جو ابن حجر نے کہی ہے۔ فھو صلی اللہ علیہ وسلم وَاِنِ اسْتَغْرَقَ فِیْ عَالَمِ الْغَیْبِ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ مِّنْ عَالَمِ الشَّھَادَۃِ۔

یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کائنات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ تمام اشیاء کو دیدۂ سر سے ملاحظہ فرماتے تھے کیا قریب، کیا بعید، کیا حاضر کیا غائب، کیا آگے کیا پیچھے، کیا اوپر، کیا نیچے، آپ کے لئے سب برابر تھا، ایسی حالت

ہیں اگر پردہ آپ کے سامنے رہے یا نہ رہے، جاذبِ نظر عمدہ دھاری دار چادر آپ کے بدن اطہر پر رہے یا نہ رہے، سب ایک تھا آپ نے عائشہ صدیقہ سے پردہ ہٹانے کو کیوں ارشاد فرمایا اور دھاری دار چادر ابوجہم کو کیوں ارسال کرائی۔ (ابوجہم نابینا تھے)

چونکہ آپ کا مقام ارشاد کا تھا۔ اور آپ کی امت مامور ہے کہ آپ کی پیروی کرے اس لئے آپ نے امت کی تعلیم کے لئے یہ سب کچھ کیا تاکہ امت نماز کے لئے خاطر جمعی اور یکسوئی کے اسباب مہیا کرے ذرا سترہ پر خیال کرو اور دیکھو اگر سترہ آنے جانے والوں کے لئے اسباب سہولت اور وسائل نجات از عذاب بہم پہنچاتا ہے تو اسی طرح ہر نمازی کے لئے بھی خاطر جمعی اور دلبستگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ عورت یا کتا یا بعض دوسری اشیاء کے سامنے سے گزر جانے سے کمالِ صلاۃ منقطع ہوتا ہے۔ اس کا علاج سترہ ہے۔ مشکات میں ابوداؤد اور ابن ماجہ سے نقل ہے وہ ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاهُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ عَصًا فَلْيَخُطَّ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ یعنی نمازی اپنے سامنے کسی چیز کی اوٹ کرے، اگر کچھ نہ ہو تو اپنا عصا زمین میں گاڑ دے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو ایک خط ہی کھینچ دے پھر کوئی بھی سامنے سے گزرے تو اس کا نقصان نہیں ہے

اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی سُتْرَۃٍ فَلْیَدْنُ مِنْهَا لَا یَقْطَعُ الشَّیْطَانُ عَلَیْهِ صَلَاتَه، کما فی المشکاۃ۔ یعنی سترہ کے قریب کھڑا ہونا چاہیئے تا کہ شیطان اس کی نماز کو خراب نہ کرے ذرا خیال کرنا چاہیئے کہ عصا گاڑ دینے سے اوٹ ہو جاتی ہے، یہ ایک انچ یا ڈیڑھ انچ کی اوٹ کیا کوئی اوٹ ہے کیا نمازی کی نظر سامنے سے گزرنے والوں پر نہ پڑے گی۔ یقیناً پڑے گی اگر وہ دیکھنا چاہے۔ لیکن شارع علیہ السلام نے چھڑی گاڑ کر نمازی کو متنبہ کر دیا کہ اس کے لئے منتہائے نظر اس جگہ تک ہے۔ اس سے آگے جو چیز گزرے اس کو دیکھنا آداب صلاۃ کے منافی ہے۔ سترہ کے آگے سے کوئی شے گزرے یا نہ گزرے نمازی کے لئے سب یکساں ہونا چاہیئے۔ نمازی کی شان اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ سے سمجھنی چاہیئے۔ خشوع دل کی فروتنی۔ انکساری اور لگاؤ کو کہتے ہیں۔ اللہ سے لگاؤ اسی وقت رہ سکتا ہے کہ دوسری اشیاء کی طرف دھیان نہ بٹائے۔ سجدہ کی جگہ سے نظر متجاوز نہ ہو، اکثر علماء احناف نے کہا ہے کہ خط سے سترہ کرنا کرنا برابر ہے کیونکہ اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا اور دور سے خط نظر نہیں آتا۔ لیکن علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں کہتے ہیں۔ اَلسُّنَّةُ اَوْلٰی بِالْاِتِّبَاعِ مَعَ اَنَّه یَظْهَرُ فِی الْجُمْلَةِ۔ اِذَا الْمَقْصُوْدُ جَمْعُ الْخَاطِرِ بِرَبْطِ الْخَیَالِ بِه کَیْلَا یَنْتَشِرَ۔ علامہ ابن ہمام کی توجیہ

بقیناً وجہ ہے۔ خط کھینچ دینے سے نمازی نے اپنی حد نگاہ مقرر کر دی اور اللہ سے لگاؤ پیدا کرنے کا سامان مہیا کرلیا تو پھر خط کا ہونا نہ ہونے کے کیسے برابر ہو سکتا ہے۔ یہ خط تو درجۂ احسان کے پانے کے لئے اچھا ذریعہ بن رہا ہے۔ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کیونکہ جب قلب کو ارتباط پیدا ہوگا اور یکسوئی حاصل ہوگی تو درجۂ احسان نقد وقت ہوگا۔ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُمْ۔

نماز ایک مہتم بالشان عبادت ہے جماعت کی صورت میں امام اور مقتدی میں اشتراک عمل ہے ایک کو دوسرے سے پورا لگاؤ ہے اس لئے ضروری ہے کہ امام اور مقتدی میں یکجہتی اور ہم آہنگی پائی جائے۔ یہ نہ ہو کہ ایک تو اپنے پروردگار سے دل لگائے اور دوسرا "بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر" کا مصداق بنا ہے۔ ایسی صورت میں اتحادِ عمل کب باقی رہتا ہے۔ رفقاء میں سے ایک کی خرابی سے سب کے کام میں خرابی واقع ہوتی ہے۔ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را، یہی سبب ہے کہ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے جس سے مقتدی ناخوش ہوں تاکہ عمل میں اخلاص اور صفائی قلب مفقود نہ ہو، جو شخص مقتدیوں کی ناخوشی کا خیال نہیں رکھتا ہے وہ زمرۂ ثلاثہ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُہُمْ آذَانَہُمْ میں شامل ہے۔ مشکوٰۃ نے یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی سے نقل کی ہے مقتدی

اگر آداب صلاۃ کے منافی کوئی عمل کرے گا تو یقیناً صاف دل امام کی نماز میں خلل پڑے گا۔ اسی لئے آپ نے ایک شخص سے کہا انی اقول مالی أنازع القرآن اور دوسرے سے ارشاد کیا ألا تتقی اللہ الا تری کیف تصلی۔ آپ نے جو کچھ فرمایا امت کی تعلیم کے لئے فرمایا تاکہ مقتدی امام کے لئے پریشانی کا سبب نہ بنے اور امام مقتدی کیلئے تکدر کا باعث نہ ہو ؎

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجا است
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اس بیان کے بعد اب میں جناب پیر و مرشد برحق رحمہ اللہ کے نماز بانیاز کی کچھ کیفیت تحریر کرتا ہوں ۔ وأقول

وَاقْرَأْهُ بِالتَّفْكِيرِ وَاعْلَمْ جَيِّدًا — لَا تَعْجَلَنْ قَبْلَ الْخِتَامِ فَتَنْدَمَا
وَالْحُكْمُ فَرْعٌ عَنْ تَصَوُّرِهِ فَإِنْ — تَسْلُكْ سَبِيلًا غَيْرَهُ لَا تَسْلَمَا
وَاللّٰهُ يَهْدِينَا الصَّوَابَ فَإِنَّهُ — أَهْلٌ لِذَاكَ وَفَضْلُهُ قَدْ عَمَّمَا
صَلَّى الْإِلٰهُ عَلَى الْحَبِيبِ الْمُصْطَفٰى — وَالْآلِ وَالصَّحْبِ الْكِرَامِ وَسَلَّمَا

نماز تو اشرف العبادات واحسن الطاعات اور رمز بندگی اور معراج مومن ہے اس کے لئے تو جتنا بھی اہتمام کیا جائے کم ہے آپ تو کوئی کام نہیں کرتے تھے جب تک آپ کے قلب کو اطمینان نہ ہوتا تھا۔ کیا کسی سے ملنا کیا کسی سے نہ ملنا، کیا کوئی بات فرمانی، کیا

کسی کا ہدیہ قبول کرنا کیا کسی کو کچھ دینا۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل وجان سے عاشق تھے۔ اکثر آپ احادیث شریفہ کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے تھے۔ بالخصوص مسند شریف حضرت امام احمد حنبل کا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مسند شریف کا پانچ مرتبہ مطالعہ اول سے آخر تک کرچکا ہوں۔ یہ کتاب ہر وقت آپ کے پاس رہتی تھی آپ کے ہر کام میں للّٰہیّت اور اخلاص تھا۔ آپ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ کے اتم مصداق تھے، یہ عاجز کہتا ہے۔

ہمہ تن گوش بر قولِ خدا بود　　ہمہ تن پائے در راہِ رضا بود
ہمہ تن دیدہ بہرِ دیدِ جاناں　　ہمہ تن لب برائے ذکر سبحان
نہ دیدے گر رضائے حق نہ دیدے　　نہ گفتے نے برفتے نے شنیدے
بہ باطن کل ز نورِ پاک بودہ　　بظاہر پیکرش از خاک بودہ

ہر کام کے واسطے آپ اہتمام فرماتے تھے اور بالخصوص نماز کے لئے جو اہتمام آپ کرتے تھے فی زمانہ تو کیا متقدمین میں بھی بہت کم اس کی نظیر ملے گی، جب آپ استنجے فرماتے تھے تو آبدست کے بعد ایک کپڑے سے استنجا خشک کرتے تھے بغیر مسواک کے کبھی وضو نہیں کیا۔ وضو کرنے سے پہلے کرتہ اتار دیتے تھے۔ تاکہ مستعمل قطرے نہ پڑیں۔ ایک لوٹے سے بہ کمالِ احتیاط وضو فرماتے تھے، وضو کرکے جب آپ فارغ ہوتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک

پر نظر نہیں ٹھیرتی تھی ۔ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ (کَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ) کا کامل نمونہ ہوتے تھے ______

نماز کے لئے جب آپ تشریف لے جاتے تھے بہ تمام وکمال نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اس وقت بعض اوقات بعض اہلِ نسبت اور پاک باطن افراد پر یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کی نظر زمین پر رہتی تھی، مسجد شریف جاکر آپ مصلیوں کی کیفیت دیکھتے تھے۔ اہل غفلت اور بدعقیدہ افراد کو آپ نماز میں شریک نہیں کرتے تھے۔ بعض علماء اور نیک افراد نے مجھ سے کہا کہ ہم آپ کے حلقہ میں ہوتے تھے جب آپ نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تھے۔ ہم چلے جاتے تھے۔ کیونکہ ہم کو اطمینان نہیں تھا کہ دورانِ صلاۃ میں وسوسہ پیدا نہ ہو، جب آپ تکبیر تحریمہ باندھتے تھے گویا ہر دو عالم سے ہاتھ جھاڑ لیتے تھے۔ جب آپ قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کرتے تھے محسوس ہوتا تھا کہ ایک نور کا دریا بہ رہا ہے۔ بعض افراد کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کلام پاک کا گویا نزول ہو رہا ہے۔ اس وقت نمازیوں کی عجب کیفیت ہوتی تھی، کوئی زار و قطار روتا تھا، کوئی عالم بے خبری میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا تھا، کوئی بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا اور کوئی بحر معرفت میں غوطہ لگاتا تھا کہ نماز ہو جاتی تھی، سنن و نوافل پڑھ کر سب چلے جاتے تھے

اور وُہ قِیاماً لِرَبِّ العٰلمِینْ کی کیفیت میں رہتے تھے۔ آپ فرائض میں قرآن مجید از اول تا آخر بترتیب تلاوت فرماتے تھے قرأت آپ کی قدرے طویل ہوتی تھی جب آپ قرآن مجید کا ختم فرماتے تھے کھانا پکاکر سب کو کھلاتے تھے رمضان المبارک میں کچھ اور ہی لطف ہوتا تھا حافظ نیاز احمد صاحب فرزند شیخ عبدالرحمٰن سولہ سترہ سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ یا ۱۳۲۲ھ کو آستان فیض نشان پر سہارنپور سے حاضر ہوئے سعادت ازلی ان کی رہبر تھی اور لطفِ خداوند اُن کے شاملِ حال تھا باوجود کم عمری کے ایسا صدق دل اور عزم راسخ ساتھ لے کر آئے تھے کہ باید و شاید۔ اتفاق سے انہی ایام میں بہ اشارۂ غیبی حافظ قاری عبدالغنی صاحب اپنے وطن شام شریف سے آپ سے بیعت ہونے آئے ہوئے تھے۔ پانچ چھ سال وہ آپ کی خدمت بابرکت میں رہے کیا دہلی اور کیا کوئٹہ وہ آپ کے پاس رہے۔ آپ سے سلوک مجددیہ طے کیا اور مراتب عالیہ کو پہنچے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب وہ آپ کے پیچھے تکبیر تحریمہ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری ہوتا تھا، اور کبھی حقیقتِ صلاۃ کے انوار کے بحرِ ذخّار میں ایسے ڈوبتے تھے کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہتی تھی، نماز ختم ہو جاتی تھی، مسجد شریف خالی ہو جاتی تھی لیکن وہ اسی پہلے قیام میں کھڑے کے کھڑے رہتے تھے بہ آخر آپ کی خلافت اور اجازت سے سرفراز ہو کر افغانستان جا کر

قیام کیا۔ پچیس یا بیس سال وہاں مقیم رہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ نے حافظ نیاز احمد کو قاری عبد الغنی صاحب کے سپرد کیا۔ ان کی محنت ٹھکانے لگی اور حافظ نیاز احمد فن تجوید میں ماہر ہو کر ہر طرف قاری نیاز احمد صاحب کے نام سے مشہور ہوئے اور قبلۂ مراداں وکعبۂ مشتاقاں کی تربیت و توجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو گروہِ اولیاء کو تراویح پڑھانے کی خدمتِ جلیلہ سے ممتاز فرما کے امام المتقین بنایا۔ فَهَنِيْئًا لَهٗ ثُمَّ هَنِيْئًا لَهٗ۔

چند سال بعد آپ نے قاری نیاز احمد کو فن قرآت کی تعلیم دینی شروع کی ابتدا میں ہر سال ایک امام کی ایک روایت کی تعلیم دیتے تھے۔ آخر میں ہر دو روایت کی تعلیم دینے لگے تھے اور وہ اس ایک روایت یا ہر دو روایت سے قرآن مجید تراویح میں بہ کمال تبتل اور ترتیل پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صوتِ عالی اور شیریں بھی ایسی دی تھی کہ سُبْحَانَ الْخَلَّاقِ الْعَظِیْمِ۔ اس نماز با نیاز معراج نشان سنظہراتم درجۂ احسان میں شریک ہونے کے لئے پروانہائے انوارِ نبوت، اور دارفتگانِ بادۂ وحدت صد ہا میل کا پاپیادہ سفر طے کر کے غزنی، قلاتِ غلجی، مقر، کٹواز۔ زنداور۔ قندھار، ژوب، پشین وغیرہ سے مستی کناں، اشک ریزاں، افتاں وخیزاں سیحو بیدلزاں تقریباً ایک سو نفر پہنچ جاتے تھے ان کے حسب احوال میرزو مدی کا یہ شعر میں پاتا ہوں

خوش آنکہ بندم در رہت برناقۂ محمل از وطن   خیزم چو گرد اُفتم چو اشک آیم بسر غلطم بہ تن

بعض افراد جو آپ سے بیعت نہ تھے لیکن حلاوتِ باطنی سے کچھ آشنا تھے اس گروہِ خاشعین میں شریک ہو کر لطف اندوز ہوتے تھے سبحان اللہ نماز میں کیا خضوع، کیا خشوع، کیا ذوق، کیا شوق، کیا وجد، کیا درد، کیا فغاں اور کیا نالہ ہوتا تھا اور وہ کیسے کیسے اللہ کے خاص بندے تھے جو اس نعمت غیر مترقبہ سے لطف اندوز ہوتے تھے اور وہ کیسی ذات جامع البرکات تھی جو شمعِ رسالت کے ان پروانوں کو جمع کئے ہوئی تھی، یہ عاجز کہتا ہے۔

قبلۂ عالم ابوالخیرِ کبیر — ذخرِ دیں عبداللہ آں قطبِ شہیر
داشت از گردوں محی الدین لقب — مولدش دہلی و فاروقی نسب
باکمال و بُد عریقِ اندر کمال — چوں مجدد داشت جدِ بمثال
ہر چہ گویم در کمالش کمتر است — در گمانِ من مقامش برتر است
یک نگاہش زندہ کردے صد قلوب — یک دمش از دل نہاں شستے ذنوب
چوں ندارد تابِ وصفش را زباں — زاں نویسم خادمانش را بیاں
طالباں را ہر چہ باشد از کمال — بر علوِّ کعبِ استاذ است دال
خادمانِ شاں بسوز و دردِ دل — ہمچو پروانہ بہ شمعِ مشتعل
آہ و زاری بود ایشاں را شعار — عشقِ حق می داشت شاں را بیقرار
از شرابِ معرفت بیہش بُدند — رُبَّ اشعث راشتاں خوش بُدند
گر یکے را چشم بودے اشکبار — دیگرے را سینہ بودے ہمچو نار
گر یکے از شوق وجد بہ می طپید — دیگرے از وجد جامہ می درید

چوں بحلقہ می نشستے پیش پیر | ہمچو ہالہ گردِ آں ماہِ منیر
ہر یکے مبہوت گشتے از جمال | محو اندر ذاتِ پاکِ ذوالجلال
بے خبر گشتے ز اخبارِ عیاں | با خبر گشتے ز اسرارِ نہاں
گر تو میدیدی جمالِ انجمن | کلکِ حیرت می گزیدی در دہن
می گزشت اندر دلت چندیں سوال | بر زبان حال رفتے ایں مقال
ایں گروہِ انس ہیئم یا ملک | یا قمر را با نجوم اندر فلک
جذبۂ اصحاب چوں ہیئم نہاں | برکتِ خیر القروں چوں شد عیاں
ہیچ گاہے من نہ دیدم مرد ماں | زیں صفت با ایں نمط اندر جہاں
گفت پیغمبر کہ مردانِ خدا | دیدنِ شاں یادِ حق بخشد ترا
بس ہمیں تعریفِ نیکاں آمدہ | بس ہمیں توصیفِ مرداں آمدہ
ختم سازم وصف شاں برایں کلام | تا کہ قولِ مصطفٰے یابد ختام
حیف بیند چشم گیتی بعد ازیں | نیک مرداں ہمچو ایشاں بر زمیں
یا کہ بیند مرد ماں را در قیام | در لیالیہائے برکت از صیام
آں صلاۃ با حضور و با خشوع | ختم قرآں با قرارت با خضوع

رحمتِ حق روز و شب بر شاں بود
روح شاں در خلد بس فرحاں بود

پونے دس بجے تراویح شروع ہوتی تھی اور ڈھائی تین بجے فارغ ہوتے تھے تراویح کے بعد سحری کھانے کا موقع مل جاتا تھا۔ ابتدائی چار راتوں میں سوا سوا پارہ اور پھر ہر رات کو ایک ایک پارہ پڑھا

جاتا تھا۔ انتیس کی رات کو ختم شریف ہوا کرتا تھا۔ قاری نیاز احمد رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ جن آیاتِ شریفہ میں حضرات انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰت والتسلیمات کا ذکر آتا تھا مجھ کو محسوس ہوتا تھا کہ یہ حضرات تشریف فرما ہیں اور کلام پاک کا استماع فرما رہے ہیں اور جنت یا دوزخ کے موقع پر فَکَاَنَّا رَاْیَ عَیْنٍ کا ظہور ہوتا تھا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی وَالِدَیْہِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ صَلّٰی خَلْفَہٗ وَنَالَ رِضَارَبِّہٖ وَعَلٰی مَنْ رَبَّاہُ فَاَحْسَنَ تَرْبِیَتَہٗ، قاری نیاز احمد کا ایک شعر یاد ہے۔ اپنے پیر و مرشد برحق کے بارے میں کہتے ہیں ؎

لیتے ہی نام مرشد ہاں اے نیاز دیکھو
کوسوں ہے بھاگی ظلمت وقتِ سحر سے پہلے

یہ فقیر از سر تا پا غرقِ لجۂ تقصیر خاک پائے اقدامِ شریفۂ جناب پیر دستگیر درخدمتِ اصحاب روشن ضمیر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوتا ہے جو چیز سامنے آئی فوراً اس کا عکس ظاہر ہوا ۱۳۳۹ھ کو حضرت سیدی الوالدین دن کے واسطے پانی پت تشریف لے گئے صدہا نفر آپ سے ملاقات کرنے آئے اور آپ نے سبھی سب کو ملاقات کا موقع دیا۔ کسی کی طرف آپ نے خاص توجہ مبذول نہ فرمائی۔ ایک شخص نے جب آپ سے مصافحہ کیا آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور بہ محبت اُن کو اپنے پاس

بٹھایا اور ان پر خاص شفقت اور عنایت فرمائی۔ جلسہ برخاست ہونے پر بعض مخلصین نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تم کون سا نیک عمل کرتے ہو جس کی بدولت آج اس عنایت کے مستحق ہوئے۔ زیادہ دریافت کرنے پر وہ مرد صالح بولے افسوس آج بیس سال کے بعد میرا راز ظاہر ہو رہا ہے۔ میں محبت اور اخلاص سے دلائل الخیرات مداومت کے ساتھ پڑھتا ہوں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو میرے عمل کی خبر نہیں رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ جناب مولانا مولوی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب امام مسجد شریف فتحپوری دلی۔ اکثر آپ کے پاس آتے تھے اور آپ بھی ان پر خاص نظرِ عنایت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب آئے اتفاق سے اسی وقت ایک دوسرے صاحب بھی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ دربان نے ہر دو صاحبان کی اطلاع کی، آپ نے دوسرے شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ اپنے گھر میں ایسے کام کرتا ہے (آپ نے اس کی بعض خامیوں کا ذکر کیا) اور اب یہ مجھ سے ملنے آیا ہے۔ یہ سن کر جناب مولوی صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ پردہ پوشی بہتر تھی۔ آپ نے کیوں اس کے عیوب کو ظاہر کیا پھر مولوی صاحب کو دوسرا خیال آیا کہ اب اس وقت گھر لوٹ جانا بہتر ہے۔ اس دوسرے خیال کے آتے ہی آپ نے دربان سے فرمایا مولوی مظہر اللہ کو بھیج دو، چنانچہ مولوی صاحب آپ کے پاس گئے چونکہ پہلے خیال کا اثر دل میں موجود تھا، آپ نے مولوی صاحب کو مخاطب

کرکے فرمایا: "مولوی مظہر سب ایک طرح کے نہیں ہوتے ہیں، کسی سے نرمی کسی سے سختی کرنی پڑتی ہے۔ میں کیا کروں یہ نا اہل اسی قابل تھا" یہ فرما کر آپ نے مولوی صاحب کی تشفی کر دی اور وہ خیال رفع ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ خانقاہ شریف میں رونق افروز تھے ایک اللہ کے نیک بندے مزاراتِ پُرانوار پر حاضر ہوئے فاتحہ پڑھ کر چلے گئے۔ ان کے جاتے وقت آپ نے حاضرین سے فرمایا دیکھو دیکھو اس شخص کا قلب انار کی طرح صاف اور سرخ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، تم لوگ کہتے ہو اس بڈھے کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگ اس سے ملنے آتے ہیں اور یہ ان کو جھڑک دیتا ہے اور ان سے نہیں ملتا۔ کیا کروں میری نظر قلب پر ہوتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص جب رخصت لے کر گیا تھا تو قلب کی کیفیت اچھی تھی اور اب یہ اس کو خراب کر کے لایا ہے تو غصّہ آجاتا ہے اور اس کو نکال دیتا ہوں میں تو تمھاری بھلائی کے لئے کرتا ہوں" کوئی صاف روشن پاک نفس نہیں کہہ سکتا کہ وہ آپ کے پاس آیا ہو اور آپ اس سے بہ محبت نہ ملے ہوں۔ میں ایک واقعہ لکھتا ہوں ذرا خیال سے اس کو پڑھنا چاہیے۔ کوئٹہ بلوچستان میں قاری نیاز احمد تراویح پڑھا رہے تھے، ائمہ سبعہ میں سے ایک امام کی قرأت سے کلام پاک کی تلاوت ہو رہی تھی، تراویح آپ اپنے صحن خانہ میں پڑھا کرتے تھے

چوں کہ ہر کس و ناکس کو اندر آنے کی اجازت نہ ملتی تھی اس لیے بعض افراد جو حافظ صاحب کی قرات سننے کے خواہشمند ہوتے تھے۔ شارع عام پر دروازے کے باہر صف بنا کر شریک ہو جاتے تھے۔ پنجاب کے کوئی مولوی صاحب کوئٹہ آئے ہوئے تھے، شوق استماع کلام پاک ان کو کھینچ لایا۔ دروازے کے باہر وہ بھی شریک ہو گئے جمعہ کی شب تھی، "قاری نیاز احمد بہ ذوق و شوق مصروفِ تلاوت تھے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حقیقت صلاۃ اور حقیقت "قرآن کے بحرِ انوار میں محو تجلیات تھے۔ ائمہ کی قرآت میں جو اختلاف ہے وہ اہلِ فن پر ظاہر ہے چنانچہ حافظ صاحب نے یعلمون کو جو حفص کی روایت میں یا کے ساتھ ہے تعلمون تا کے ساتھ پڑھا جو کہ ان دوسرے امام کی قرارت میں ہے مولوی صاحب کو اس مبارک فن کا علم نہ تھا۔ ان کو خیال ہوا کہ حافظ صاحب کو تشابہ ہوا ہے اس لئے انھوں نے بلند آواز سے فتحہ دیا، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ "ہماری نماز کس نے خراب کی ہے لاؤ اس کو چونکہ آپ نے بہ زور یہ بات فرمائی، مولوی صاحب نے سن لی اور وہ خوف کی وجہ سے بہ عجلت تمام آنکھوں سے اوجھل ہو گئے جمعہ کے دن آپ کلام پاک کا دور جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں کیا کرتے تھے اور "قاری نیاز احمد کو تعلیم دیا کرتے تھے صد ہا نفر صرف کلام پاک سننے کے لئے وہاں جمع ہو جاتے تھے، چنانچہ نماز جمعہ کے بعد حلقہ درس مرتب ہوا وہ مولوی صاحب جو رات کو

روپوش ہوئے تھے وہ بھی اس مجمع میں حاضر تھے، نہ آپ نے کبھی مولوی صاحب کو دیکھا تھا اور نہ کسی نے آپ سے ان کے متعلق کچھ عرض کیا تھا کہ رات کو فتحہ دینے والے یہ شخص ہیں اس وقت حدیث اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کا مظاہرہ ہوا، آپ نے صدہا نفر کے درمیان مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا، رات تم نے ہماری نماز کیوں خراب کی۔ تم کو معلوم نہیں کہ کتنی متواتر قرائتیں اور پھر کتنی روایتیں ہیں پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عشقت رسد بہ فریاد گر تو بسان حافظ
قرآن ز بر بخوانی با چاردہ روایت

آپ نے مولوی صاحب پر ذرا تیز نظر ڈال کر جو یہ بات فرمائی، وہ تاب دید نہ لاکر لرزہ براندام ہو کر بادیدہ گریاں بہ صد عاجزی آپ کے دست و پا بوس ہوئے اور اپنی لاعلمی اور ناواقفی کی وجہ سے جو سہو و تقصیر ان سے ہو گئی تھی اس کی معافی چاہی وہ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر بہ دل و جان آپ کے قائل ہوئے۔

نگاہِ مست تو آں را کہ مستفید کند
ہزار پیر خرابات را مرید کند

آپ تو خناس کے شر سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے خناس اگر جنی ہوتا ہے انسی بھی ہوتا ہے مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ کو دیکھنا چاہیے، انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں شَیَاطِیْن

الاِنسِ وَالجِنِّ پر نظر رکھنی چاہیے۔

اِنَّ الشَیَاطِیْنَ اَنْوَاعٌ مُتَنَوِّعَۃٌ — مِنْھَا المُوَسْوِسُ وَالآتِی بِتَلْبِیْسِ
وَشَرُّھَا مَنْ کَمِثْلِ النَّاسِ صُوْرَتُہٗ — فَرْخُ الرَّجِیْمِ اَخُوا الاَغْوَیٰ بِتَاْسِیْسِ

خنزب کا تو کام ہی نماز کا خراب کرنا ہے جیسا کہ آپ نے عثمان بن ابی العاص سے ارشاد فرمایا ہے اور پھر شیطان کا کھٹکا تو سب کے ساتھ لگا ہوا ہے بڑی ہستیاں ہوں چاہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم میں سے ہر ایک کا ایک رفیق شیاطین میں سے ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کا بھی ہے ارشاد کیا۔ میرا بھی ہے لیکن اللہ نے مجھ کو اس پر مقدرت دیدی ہے وہ میرا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا ہے۔ لہٰذا بھلائی کے سوی کسی بات کے لئے وہ مجھ سے نہیں کہتا۔ انتہیٰ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک تعالیٰ نے شیطان کے شر سے محفوظ کر لیا تھا۔ نہ شیطان آپ کے کسی کام میں خرابی ڈال سکتا تھا اور نہ کبھی آپ کی صورت مبارکہ میں ظاہر ہو سکتا ہے اِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ آپ کا فرمان ہے۔ یہ بات اوروں کو کہاں نصیب ہے۔ مشکات شریف کی کتاب الطہارہ فصل ثالث میں نسائی کی حدیث اور اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات کی فارسی عبارت بصیرہ ۲۷ میں ذکر کر رہا ہوں، بزعم تمہید والے ذرا خیال سے پہلے اس مبارک حدیث کو پڑھیں اور پھر سیدی الوالد کی طرف متوجہ ہوں

اور بزرگ ہستیوں کے انوار کا ذکر کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کیفیت نماز کی حالت میں ہوتی تھی اس کا بیان کون کر سکتا ہے بعض اشخاص نے صرف طہارت اچھی طرح نہ کی تھی وضو کے آداب و سُنَن کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ جو کہ عبادتِ مقصودہ بالذات بھی نہیں ہے اور اس کے بھی بعض سنن اور آداب کو۔ ان لوگوں کی وجہ سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں متاثر ہوئے۔ تو پھر اوروں کی کیا بساط ہے جب کہ اُن کے پیچھے نہ صرف سنن اور مستحبات کے چھوڑنے والے ہوں بلکہ فسق و فجور میں مبتلا رہنے والے افراد ہوں۔ اُن کے قلوب میں زیغ ہو، اُن میں اَنَانِیَّت اور خودستائی ہو اُن میں دسیوں نقائص ہوں اور وہ مقتدی بنے کھڑے ہوں تو کس طرح صاف دل امام کی نماز میں خلل نہیں آئے گا۔ جس شخص کی نماز میں ایسے افراد کی شرکت سے فرق نہ پڑے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ صفائی قلب سے اس کو دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چہ جائے کہ صاحبِ نسبت یا صاحبِ انوار ہو، رہے اہلِ سکر اور اصحابِ استغراق تو اُن کا بیان عنقریب آنیوالا ہے۔ حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کو جو عقیدت اور محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی وہ اپنا پورا اثر دکھا رہی تھی ایک دن جنگل میں آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، نماز کے بعد آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی پہلے تو آپ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہما کی "لبیک ریختہ" کے چند بند بڑی نیازمندی سے پڑھے، پہلا

ہ ہ ھ ۱۲

بند یہ ہے۔

یہ کیا آج ہے شان لبیک لبیک ہے بخشش کا سامان لبیک لبیک
فدا ہوں دل وجان لبیک لبیک الٰہی میں قربان لبیک لبیک
میں لایا ہوں ایمان لبیک لبیک

اور پھر آپ نے یہ تین شعر فی البدیہ نظم کر کے پڑھے۔ جس وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے محسوس ہو رہا تھا کہ آپ بارگاہِ رسالت کے حضور میں عرض کر رہے ہیں۔

امام اہلِ دینی یا محمد سراج المرسلینی یا محمد
بہ درگاہت نیازِ اہل عالم تو بے تشک نازنینی یا محمد
طوافت می کند اہلِ سادات تو بر روئے زمینی یا محمد

اسی محبت اور عشق کا اثر تھا جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں کہ بعض اوقات اہلِ نسبت اور پاک باطن افراد آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت میں دیکھتے تھے۔

حضرت الشیخ الولی اُستاذی مولانا مولوی عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے شاگرد اور جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے خاص تلمیذ اور شیدا تھے یہ وہ ذات بابرکات تھی جن کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب زانوئے ادب طے کرتے تھے اور جن کے دستِ مبارکہ کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے آپ مدرسہ عبدالرب میں رہتے تھے بلکہ یہ مدرسہ ہی آپ کے دم سے مدرسہ بنا تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے سالہا سال اس مدرسہ

میں جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد مولوی صاحب سے ملاقات ہوتی تھی اور بڑی دیر تک بہت ہی پرلطف اور بابرکت محفل جمی رہتی تھی۔ مولوی صاحب بخاری شریف کے افتتاح، یا اختتام کے موقع پر آپ کو بلاتے تھے اور آپ بہ شوق تشریف لے جاتے تھے۔ مولوی صاحب احیاناً فرطِ شوق کی حالت میں آپ کے گوشۂ دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے مجھ کو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔

دلم گرویدۂ بوئے حبیب است
زہے بوئے کہ از کوئے حبیب است

ایک مرتبہ مولوی صاحب نے اپنا خواب اس طرح پر لکھ کر ارسال کیا "مدرسہ میں آپ ٹہل رہے تھے اور ٹہلتے ٹہلتے اچانک پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آپ تبدیل ہو گئے۔" میرٹھ کے واقعہ کے بعد جب آپ نے بڑے پیمانے پر صاحب وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ صَلَوٰتُ اللهِ عَلَيْهِ کے مبارک ذکر شریف کی مُبارک اور منوّر اور مُجَدّد اور مُکرّم محفل منعقد فرمائی تو مخلصین نے اشتہار چسپاں کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا۔ شوق سے اشتہار طبع کراؤ اور ہر جگہ چسپاں کرو آپ نے اشتہار کے واسطے یہ شعر تجویز فرمایا ؎

دربارِ عام گرم ہوا، اشتہار دو
جن دلبر سلام کو آئیں پکار دو

مدرسہ کے طالبان علم شریف نے اس مبارک بزم میں شرکت کا قصد کیا مولوی صاحب کو اس کا علم ہوا آپ نے سب کو بلا کر ان الفاظ سے نصیحت فرمائی۔

"حضرت شاہ صاحب کے ہاں تم سب بہ خوشی جاؤ لیکن خیال رکھو وہاں بہت ادب سے رہنا کسی قسم کی چوں چرا نہ کرنا شاہ صاحب کو ناراض نہ کرنا ان کی ناراضگی سے مجھ کو ڈر لگتا ہے"

نیک بندوں کی رضا رب کی رضا
قہر ان کا موجب قہر خدا

جناب مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی ۱۳۵۶ھ ہجری کو سمر ہل شملہ میں حضرت برادر کلاں اور اس عاجز سے ملے ان کے ساتھ ان کے خلیفہ مولوی حافظ عبد الغنی صاحب پیش امام مسجد کشمیریاں شملہ بھی تھے تقریباً سوا گھنٹے مولوی صاحب بیٹھے اس تمام عرصہ میں وہ حضرۃ سیدی الوالد کا ذکر خیر ہی کرتے رہے۔ آخر میں حافظ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو یہ سب دولت ان کے اخلاص کی بدولت ملی تھی ان کا ہر کام اخلاص پر مبنی تھا"

عشق رسول اور اتباع رسول صلوات اللہ علیہ ہی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں آپ کو وہ بلند مقام عنایت کیا تھا جو اولیائے امت میں افراد کاملین سے مخصوص ہے۔ نماز میں قرب و حضوری کے اعلے

مدارج اور انوار و تجلیات کے کثرت توارد سے آپ کے دیدۂ دل
میں ایسی بصیرت پیدا ہوئی تھی کہ تمام مقتدیوں کی حقیقت
پوری طرح سے آشکارا ہوجاتی تھی ان کے خیالات فاسدہ، اوہام باطلہ
اور عقائد نامرضیہ پردہ کی تصاویر کی طرح آپ کے آئینہ قلب پر ظاہر
ہوجاتی تھیں اور یہ جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے محبت
اور پیروی کا کرشمہ تھا کہ بے ادب اور فاسقوں کے شریک جماعت
ہونے سے آپ فوراً متاثر ہوجاتے تھے۔ آپ نے تو حضرت
محبوبِ عَلّامِ الغُیُوبِ عَلَیْہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی پیروی اور
اتباع کرتے ہوئے ان سب چیزوں کو دور کرنے کی کوشش
فرمائی ہے تاکہ آپ کی اور مقتدیوں کی نماز یکسوئی اور خاطر جمعی
اور دل بستگی کے ساتھ اعلیٰ مدارج احسان سے ادا ہو، آپ نے
مدۃ العمر از ابتدائے شباب تا دمِ واپسیں کمالِ صلاۃ کے لئے
جو سعی فرمائی وہ آپ جیسے مکمل افراد کے لئے واجب تھی
اگر آپ اس قسم کا اہتمام نہ فرماتے تو لقینیاً ادائے واجب میں
مقصّر رہتے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ مشہور مقولہ ہے
مجھ سے آپ کے ایک بخاری مخلص نے کہا جو مکہ مکرمہ میں آپ سے
بیعت ہوئے تھے اور وہیں رہ گئے تھے کہ ایک مرتبہ آپ حرم
شریف کی مغرب کو آئے نماز ہوچکی تھی آپ نے جماعتِ ثانیہ کی
سورہ فاتحہ کے بعد آپ نے سورۂ قریش پڑھی، جس وقت آپ نے

فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ پڑھا اس وقت انوار وتجلیات کا ایسا ظہور ہوا کہ اکثر مقتدی اس کی تاب نہ لاکر سر بسجدہ ہو گئے۔ یہ ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کی ایک مثال۔ ایک مرتبہ کسی کے عقدِ نکاح کی محفل میں آپ تشریف لے گئے وہاں حضرت حاجی امداد اللہ اور آپ کے اساتذہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مہاجر اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہم بھی تشریف رکھتے تھے۔ نماز کا وقت ہوا حضرت حاجی صاحب اور آپ کے اساتذہ نے اصرار فرما کر آپ کو امام بنایا۔ آپ نے نماز پڑھائی، اور سب لطف اندوز ہوئے یہ تینوں حضرات آپ کے صفائے قلب اور خشوع فی الصلاۃ کی کیفیت سے پوری طرح واقف تھے، اسی باعث دل سے آپ کے قدرداں تھے رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ

یہ کیفیت اسے ملتی ہے ہو جس کے مقدر میں
مے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

آپ کے حضرت جدّ امجد کے برادر محدّثِ دارالہجرہ علی صاحبہا الف صلوٰۃ وتحیہ حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نہایت ہی مہربان اور مشفق استاد تھے خوردسالی ہی سے وہ آپ کے اطوار سعادت آثار ملاحظ فرما رہے تھے اور دل سے آپ کی قدر فرماتے تھے چونکہ آپ کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا۔ حضرت نے آپ کو خط لکھا اور اشتیاق ملاقات کا اظہار اس طریقے سے فرمایا۔ آپ کا خط یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از عبدالغنی، فرزند عزیز
مولوی ابوالخیر و والدِ ایشاں سلام خوانند مکتوب شما رسید، از
اشتغالِ ایشاں بہ علوم دینیہ و امورِ یقینیہ مسرور شدم طوبیٰ
لِمَنْ اٰثَرَ مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی۔ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِی
ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ، شَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ (الحدیث)

بہ کدام آئینہ مائلی کہ ز فرصت ایں ہمہ غافلی
تو نگاہِ دیدۂ بسملی مژہ وا کن و بہ کفن در آ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہٖ وسلم (انتہیٰ)

اہلِ بصیرت تو اس طرح پر آپ کی قدر کرتے تھے جو ان حقائق سے بے خبر ہو اور وہ تنقیص کرے تو کیا عجب ہے ؎

از جمالِ حالِ مرداں بے خبر باشد مکاں
از شعاعِ شمعِ تاباں بیخبر باشد لگن

مشہور مقولہ ہے لِلّٰہِ فِی عِبَادِہٖ شُئُوْنٌ، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے بعض نیک بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاہ راہِ محبت میں قدم رکھتے ہی انوار و تجلیات کی تاب نہ لا کر بادۂ وحدت سے سرشار ہو کر صبر و سکوں، عقل و فہم کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی ہے۔ ایسے افراد مجذوب کہلاتے ہیں حضرت سیدی الوالد کے مخلصین میں حافظ محمد یوسف کی یہی کیفیت ہو گئی تھی ایسے افراد کو مقامِ ارشاد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جن پر بعض احوال میں مدہوشی کا عالم طاری
ہوجاتا ہے وہ انوار وحدت کے بحرِ ذخّار میں غوطہ لگا جاتے ہیں
ان کو اس وقت کسی بات کی خبر نہیں رہتی ہے۔ اگر نماز کی نیت
باندھی ہے تو قیام ہی میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے ہیں آپ کے
مخلصین میں سے قاری عبدالغنی شامی۔ سَرْوَر افغانی، گل خان
افغانی وغیرہم برسوں اس حال میں رہے۔ ایسے افراد کا قدم
سُکر اور غَیبُوبَت کے مقام میں رُکا ہوا ہے۔ یہ بادیۂ وِلایت
میں گھوم رہے ہیں۔ ان کو اس مقامِ عالی سے مقامِ اعلیٰ تک
ابھی جانا ہے جس کو صَحْو اور آگاہی کا مقام کہتے ہیں اور جس کا
تعلق مقامِ نبوت سے ہے جو کہ ارشاد وہدایت کا مقام ہے
اس مقام میں سُکر وغیبوبت سے کوئی واسطہ نہیں رہتا ہے
جتنا اس مقام میں قدم راسخ تر ہوگا اتنا ہی صحو بیشتر ہوگا
حضوری اور قرب کی جتنی بلندی ہوگی اتنی ہی آگاہی زیادہ ہوگی
دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی حالت میں
تمام کائنات کی حقیقت ظاہر ہوجاتی تھی۔ ان اَسْرار وحقائق
کو ظاہر بیں کیا سمجھ سکتے ہیں۔ جو تحقیق کا طالب ہو وہ جَدِّ امجدِ
اَعلیٰ امامِ ربّانی مُجَدِّدِ ومُنَوِّرِ اَلْفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَاَفاضَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَاَسْرَارِہٖ وَاَنْوَارِہٖ
کے مکاتیب شریفہ کی طرف رجوع کرے، تیمنًا وتبرکًا ذرا سی

عبارت آپ کی نقل کرتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

" باید دانست ہرچہ از احکام شکر یہ است از مقام ولایت است و ہرچہ از صحو است بہ مقام نبوت تعلق دارد کہ کمّل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بواسطۂ صحو ازیں مقام بہ طریق تبعیت نیز نصیب است الخ "

اور آپ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العلیّہ کے بارے میں ارقام کرتے ہیں۔

وَعِنْدَ أَكَابِرِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ قَدَّسَ اللهُ أَسْرَارَهُمْ هُوَ الْحُضُوْرُ الذَّاتِيُّ دَائِمًا وَلَا عِبْرَةَ عِنْدَهُمْ لِلْحُضُوْرِ الزَّائِلِ الْمُتَبَدِّلِ بِالْغَيْبَةِ فَيَكُوْنُ كَمَالُ هٰؤُلَاءِ الْأَكَابِرِ فَوْقَ جَمِيْعِ الْكَمَالَاتِ وَنِسْبَتُهُمْ فَوْقَ جَمِيْعِ النِّسَبِ كَمَا وَقَعَ فِيْ عِبَارَاتِهِمْ أَنَّ نِسْبَتَنَا فَوْقَ جَمِيْعِ النِّسَبِ وَأَرَادُوْا بِالنِّسْبَةِ الْحُضُوْرَ الذَّاتِيَّ الدَّائِمِيَّ، وَأَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ أَنَّ النِّهَايَةَ فِيْ طَرِيْقِ هٰؤُلَاءِ الْكُمَّلِ مُنْدَرِجَةٌ فِي الْبِدَايَةِ وَاقْتِدَاءُهُمْ فِيْ ذٰلِكَ بِصَحَابَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ فَإِنَّهُمْ فِيْ أَوَّلِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ، نَالُوْا مَا تَيَسَّرَ فِي النِّهَايَةِ وَذٰلِكَ بِانْدِرَاجِ النِّهَايَةِ فِي الْبِدَايَةِ فَكَمَا كَانَتْ وِلَايَةُ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ جَمِيْعِ وِلَايَاتِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمُ

الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیمَاتُ کَذَالِکَ کَانَتْ وِلَایَۃُ ھٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ فَوْقَ وِلَایَاتِ الْاَوْلِیَاءِ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ کَیْفَ وَاِنَّ وِلَایَتَھُمْ مَنْسُوْبَۃٌ اِلَی الصِّدِّیْقِ الْاَکْبَرِ نَعَمْ لِاَفْرَادٍ مِنْ کُمَّلِ الْمَشَائِخِ قَدْ حَصَلَتْ ھٰذِہِ النِّسْبَۃُ لٰکِنْ بِاِقْتِبَاسٍ مِنْ وِلَایَۃِ الصِّدِّیْقِ الْاَکْبَرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَمَا اَخْبَرَ اَبُوْسَعِیْدٍ عَنْ دَوَامِ ھٰذَا الْحَدِیْثِ وَقَدْ حَصَلَتْ حُبَّۃُ الصِّدِّیْقِ الْاَکْبَرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی ھٰذَا الشَّیْخِ اَبِیْ سَعِیْدٍ کَمَا نَقَلَہُ صَاحِبُ النَّفَحَاتِ الخ

اگر مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کیا جائے تو حقیقت کا علم ہو کہ جس چیز کو ظاہر بین طبقہ اعلیٰ کمال سمجھے ہوئے ہے، وہ درحقیقت ما دون الکمال ہے۔ حضرت سیدی الوالد کے مخلصین میں سے جن پر حالتِ سکر طاری رہی جب تک انھوں نے ساحلِ صحو پر قدم جما کر رکھا ان میں سے کسی کو بھی آپ نے اجازت وخلافت سے سرفراز نہ کیا۔ مشائخ نقشبندیہ کو اللہ تعالےٰ نے ایسی نعمت عطا کی ہے کہ اس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر ہیں۔ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

تو نقشِ نقشبنداں را چہ دانی — تو طفلی کارِ مرداں راچہ دانی
گیاہِ سبز داند قدرِ باراں — تو خشکی قدرِ باراں راچہ دانی
ہنوز از کفر وایمانت خبر نیست — حقائق ہائے ایماں راچہ دانی

نمبر ۱۹۔ لکھا ہے۔ مگر پھر بھی مولانا غنیمت تھے۔ الخ

بصیرۃ ۔ نَجْدَ خَرَابِ الْبَصْرَۃِ ۔ پھر میں کہتا ہوں کوئی غنیمت ہے یا فضیحت، یہ بحث یقیناً عبث ہے اَلکَیِّسُ مَنْ دَانَ لِنَفْسِہٖ (الحدیث) پر نظر رکھنی چاہیئے ۔ آپ کیسے تھے اس کو تو اہلِ بصیرت ہی جانتے تھے

آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

بزم جمشید والوں نے بیٹھے بیٹھے بیٹھ کر بلکہ آپ کے انتقال فرمانے کے بعد ایک لمبا چوڑا بیان مرتب کر کے چھاپ دیا جو کہ ان کے نزدیک تحقیق اور کمال کا بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ ع " برعکس نہند نامِ زنگی کافور" نہ ان کو روایت کا خیال رہا نہ درایت کا اور نہ صحت کا اور اس پر یہ تعلی ۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل ۔ اِن مدعیانِ تحقیق اور کمال کا تو یہ کارنامہ ہے ۔

اب حضرت مخدوم الانام مرشد خاص وعام کا طریقہ شریفہ ملاحظہ ہو ۔

آپ نے مدۃ العمر کبھی کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ پس پشت کسی کو بُرے الفاظ سے یاد کیا جو کچھ آپ کو فرمانا ہوتا تھا خود اس شخص سے فرما دیا کرتے تھے ۔ بسا اوقات دیکھا گیا کہ آپ کسی سے ناراض ہوئے اور اس کو نکال دیا پھر آپ نے کبھی اس کا ذکر نہ کیا اگر کسی نے کبھی اس کا ذکر بھی کیا تو آپ نے خاموشی اختیار کر لی یا

اس کی کسی اچھی بات کا ذکر کر دیا۔ اور موضوع سخن بدل دیا۔ اب یہی میرٹھ کا واقعہ ہے جو ۱۳۲۹ھ ہجری کو پیش آیا۔ اس کے بعد بارہ سال آپ بقید حیات رہے کبھی آپ نے اس کا تذکرہ نہ فرمایا۔ جناب مولانا مولوی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی پیش امام مسجد شریف فتحپوری دہلی نے اس واقعہ کو کسی سے سُن لیا تھا۔ چونکہ مولوی صاحب سے آپ بہ محبت و شفقت پیش آتے تھے اس لئے مولوی صاحب نے آپ سے مزید تحقیق کی خاطر دریافت کیا۔ آپ نے بجواب اتنا ارشاد کیا" وہ تو ہم سے اچھی طرح ملے " بجنسہٖ یہی آپ کے الفاظ ہیں اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور روئے سخن دوسری طرف پھیر دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی نے دیوبند کے علماء کا ذکر کسی قدر حقارت سے کیا آپ نے فرمایا" مگر یہ لوگ ہیں اہل علم" اور اس طرح آپ نے اس شخص کو خاموش کر دیا۔ ایک شخص نے آپ سے دہلی کے بعض دیوبندی خیال علماء کی برائیاں بیان کیں آپ نے ارشاد کیا " میاں پھر ایسے لوگ بھی تم کو نہ ملیں گے کیوں ان پرانی ہانڈیوں کو آپس میں ٹکرا کے توڑتے ہو " یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو پوری طرح ان اختلافات کا علم بھی نہ تھا جو دیوبند اور بریلی کے علماء میں تھا۔ اگر پیر سید گلاب شاہ براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارتیں پڑھ کر نہ سناتے تو آپ کو اس کا بھی علم نہ ہوتا۔ کیونکہ اردو کے رسائل کا آپ مطالعہ نہیں فرماتے تھے بلکہ بارہا آپنے

ہم ہر سہ برادران سے نصیحۃً فرمایا تھا کہ سو سال کے اندر جو تالیفات
ہوئی ہیں ان کا مطالعہ نہ کیا کرو، متقدمین کا طریقہ آپ کو پسند تھا اور
ان ہی کی کتابوں کو آپ مطالعہ کیا کرتے تھے۔ مخلصین سے آپ
فرماتے تھے کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم کا مطالعہ کیا کرو۔
آج کل کے واعظوں کی محفل میں نہ جایا کرو۔ آپ سے اگر کسی نے
کوئی بات دریافت کی تو مختصر طریقہ پر آپ اس کا جواب دے دیا
کرتے تھے۔ مثلاً میاں ظہور الحسن صاحب کرتپوری نے آپ کو
اپنے وظیفۂ شریفہ کی کیفیت لکھی اور مولوی رشید احمد صاحب
گنگوہی کے انتقال کی خبر دی آپ نے بجواب تحریر فرمایا۔

مکتوب شریف

"از عبداللہ ابی الخیر فاروقی میاں ظہور الحسن سلام خوانند
مکتوب شما رسید بر سلامتی ایمان شکر الٰہی است کہ بزرگ ترین
نعمتہا است اگر از مولفات امام غزالی کیمیائے سعادت و منہاج
العابدین مطالعہ کنند و بہ صدق و راستی ذکر شریف رب العلمین
بر طریقۂ مقررۂ خواجگان نقشبندیہ علی الدوام کنند و اگر نتوانند
قدرے بوقت صبح و قدرے بوقت شام کنند امیدواریہا است و
بہترین نعمتہا سلامتی ایمان است۔

گر رشک برد فرشتہ بر پاکی ما ۔۔۔ گہ طعنہ زند دیو بہ ناپاکی ما
ایمان بہ سلامت چو لب گور بریم ۔۔۔ احسنت بریں چستی و چالاکی ما

مرگ مولوی رشید احمد زخمے است کہ مرہم نہ دارد، عالم صالح دیندار

دریں وقت حکم عنقا دارد۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مردنِ این چنیں یک شخص از مردن یک ہزار بر دینداراں سخت تر است، اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا وَالسَّلَامُ، سہ شنبہ ۲۷ر جمادی الاخرۃ ۱۳۲۳ھ — اور مولوی عبدالرحمٰن جالندھری نے جو کہ دیوبند میں پڑھتے تھے، اپنی کچھ کیفیت آپ کو لکھی اور مولوی اشرف علی صاحب کا ذکر کیا۔ آپ نے بجواب جو تحریر فرمایا ہے وہ تبصیرہ ۲۸ میں آئے گا۔

ایک شخص نے آپ سے "درودِ تاج" کے متعلق دریافت کیا آپ نے اس سے ارشاد کیا۔ دیکھو ہم چائے پی رہے ہیں ہم نے پیالی بھر کر تم کو دی ہم نے تمہارا کام کیا اور اس طرح ہم تمہارے خادم ہوگئے اگر جبریلُ خَادِمُہٗ سے حضرت جبریل کا اسی طرح پر خادم ہونا مراد لیا ہے تو قباحت نہیں ہے کیونکہ وہ وحی لے کر آپ کے پاس آتے تھے اور اگر خادم سے مراد نوکر چاکر سمجھتے ہو تو بہت بری بات ہے اور سخت بے ادبی ہے اس میں اہانت ہے ملائکہ پر ہم ایمان لائے ہیں ان کی اہانت کفر ہے اور دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ سے اگر تم نے یہ سمجھا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے قحط اور بیماری اور دوسری تکلیفات کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا تو یہ بالکل درست اور صحیح ہے اور

اگر تم کہتے ہو کہ ان تکلیفات کو آپ نے دور کیا تو یہ صحیح نہیں ہے بلکہ آپ کی برکت اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ میلاد شریف کرتے تھے قیام کرتے تھے۔ مزارات شریفہ پر حاضر ہوتے تھے۔ فاتحہ وسلام کے بعد وہاں مراقبہ فرماتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ اپنے بزرگوں کے عرس کرتے تھے۔ مزاراتِ شریفہ کی مرمت کرتے تھے حضرت حاجی صاحب بھی یہ سب باتیں کرتے تھے لیکن مولوی رشید احمد صاحب کا مسلک اس کے خلاف تھا مجھ سے مولانا مولوی حافظ حکیم فخر الدین صاحب جعفری الہ آبادی نے بیان کیا کہ مولانا مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی کے انتقال کے بعد میں نے مولوی رشید احمد صاحب کو خط لکھا کہ ایک نسخہ از فیصلۂ ہفت مسئلہ درکار ہے ارسال فرما دیں۔ مولوی صاحب نے مجھ کو لکھا حضرت کا حکم ہے بھیجتا ہوں مگر اس میں بعض باتیں فقیر کے خلاف ہیں الخ"۔ حضرت والد ماجد کو بھی مولوی صاحب کے مسلک کا علم ہو گیا تھا بلکہ میلاد شریف کے بارے میں آپ نے مولوی صاحب کو خط لکھا تھا اور مولوی صاحب نے اس کا جواب دیا تھا جو رسالۂ خیر المورد فی احتفال المولد میں چھپ چکا ہے باوجود اس اختلاف کے جب مولوی صاحب کے صاحبزادے حکیم محمد مسعود صاحب آپ کے پاس آئے۔ آپ ان سے صرف مولوی صاحب کی وجہ سے

بہت محبت سے ملے ان کو اور ان کے رفیقوں کو چائے پلائی۔ آپ کی محبت آمیز گفتگو کا اثر ان سب پر ہوا سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست تھے۔" ایک مرتبہ مولوی رشید احمد صاحب کا ذکر آیا آپ نے فرمایا مولوی رشید احمد کا انتقال وہ زخم ہے جس کا مرہم نہیں ہے اگر ہزار آدمی مرتے ہم کو اتنا رنج نہ ہوتا عالم صالح کا مرنا اس وقت میں مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت ہے اور ایک موقع پر دیوبند کے علمار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ علمار مولوی رشید احمد کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔"

مسائل میں اختلاف کی وجہ سے آپ نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی اور نہ آپ نے کبھی کسی کو بُرا کہا۔ البتہ ایمان سوز عبارات سن کر آپ کو از حد ملال ہوتا تھا چاہے وہ عبارت کسی بڑی ہستی کی ہو چاہے کسی چھوٹی ہستی کی۔ کسی کی وجہ سے اس کی بُری عبارت کو اچھا نہیں کہا جاسکتا بلکہ اچھی عبارت کی وجہ سے اس کے قائل کی تعریف کی جاتی ہے۔ چاہے وہ مجہول ہی کیوں نہ ہو یہ تھا حضرت پیر و مرشد برحق کا طریقہ اور یہ تھیں ان کی ایمان افروز باتیں۔ آپ تو از سرتا پا خیر ہی خیر تھے۔

از جمالِ آں دلِ آرا چہ تواں نمود املا ۔۔۔ کہ خزاں نہ دارد اصلا چہ بلا بہار دارد

نمبر ۲۰ ۔ لکھا ہے ان کے مریدین اور معتقدین زیادہ ترکابلی تھے۔ الخ

تبصیرہ ۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ کی خاص نظرِ عنایت تھی وہ تو ثُمَّ یُوضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ (الحدیث) کے مصداق تھے۔ بُخارا، ہرات۔ قندھار۔ قلاتِ غلجی۔ غزنی، مقر کشواز۔ کابل۔ قلاتِ نصیر۔ پشین۔ ژوب، مکران۔ خاران، صوبہ سرحد، سندھ۔ پنجاب، راجپوتانہ، بمبئی۔ سی پی۔ حیدرآباد، مدراس یوپی، بہار، بنگال، آسام، برما۔ حجاز، شام، کردستان، ایران ترکیہ۔ نیپال میں آپ کے معتقدین اور مخلصین تھے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ آپ کی خدمتِ مبارکہ میں پٹھان بیش، اور پیش تھے۔

نمبر ۲۱ لکھا ہے۔ مولانا ان کو سخت سزائیں دیتے تھے اور وہ دم نہیں مارتے تھے۔ الخ

تبصیرہ ۔ اگر کسی شخص میں سمجھ ہے اور وہ انصاف سے کام لے گا تو اس بات کو وہ آپ کے کمالِ اعلیٰ کی دلیل سمجھے گا وہ سمجھ جائے گا کہ آپ کے پاس ضرور کوئی ایسا بے مثل کمال ہے جو دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ہر قربانی ہیچ ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتئی
نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز

مٹھاس ہی پر مکھی گرتی ہے۔ شمع ہی کی لو پر عاشق و شیدا پروانہ اپنی جان دیتا ہے تو پھر نورِ وحدت کا کیا کہنا۔ بادۂ وحدت کے متوالے جب شاہراہِ محبت پر قدم رکھکر جہادِ اکبر میں مصروف ہوتے ہیں تو ان کی زبان پر ہوتا ہے لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلَ۔ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ کَمَا اَخْبَرَ الصَّادِقُ الْمُصَدَّقُ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

مرشدِ کامل کا ہر کام اللہ کی رضامندی کے لئے ہوتا ہے۔ ظاہر بین، یا ناسمجھ اگر نہ سمجھیں تو اس کا کیا علاج۔ مولانائے روم ایسے افراد کو سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
زاں کہ ماند در نوشتن شیر شِیر

دہلی کے ایک مخلص آپ کے زجر و توبیخ کے بارے میں کہتے ہیں۔

قہر و عتاب میں بھی تو رحمت ہے مستتر
یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے

صاحبِ ارادت و مودّت و معرفت و نسبت محمد محمود شاہ افغانی اعلی اللہ درجتہ فی علیین آپ کی سرزنش کے بارے میں کہتے ہیں۔ چند شعر مختلف مواضع سے نقل کرتا ہوں۔

سگِ کوچہ او ز شیراں خوش است | زباغ ارم خاکِ او دل کش است
بنہ سر بریں خاک اے خاکسار | کہ فردا ز عصیاں نہ سوزی بنار
شدہ ضربِ او ہمچو سوطِ عمر | کند نقش در دل ز ایماں اثر
طریقش بود مسلکِ حق پسند | برو فخر دار دستہ نقشبند
دلیلِ ہمہ اہلِ برہاں ازو است | فروغِ ہمہ اہلِ عرفاں ازو است
دلاں را بہ انوار آراستہ | بچوب انتقام از لعیں خواستہ
دل پیرِ ما صنعِ ربِّ جلیل | اگر بیت باشد ز صنعِ خلیل
یکے صنعِ خالق یکے از بشر | کدامش بود خوب اے خوش سیر
دلِ عارفاں عرشِ یزداں بود | عجب عرش با فرش یکساں بود
چو دوراں رقم خیر زد در نگیں | شدہ خیر در خیر تا یوم دیں
بریں خیر ہر کس کہ دل بستہ شد | ز شرّ دو عالم ہماں رستہ شد

ایک مرتبہ صاحب جذبہ و نسبت عبداللہ پٹھان کے واسطے چند ضربِ چوب کی سزا آپ نے تجویز فرمائی۔ دوسرے پٹھان نے تعمیل ارشاد کیا۔ جس وقت ان پر پہلی ضرب پڑی انھوں نے ضارب سے کہا زور سے مارو، ہر ضرب پر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتے جاتے تھے سزا پوری ہونے پر انھوں نے مسرت کا قہقہہ لگایا اور وجد کی

حالت میں رقصاں اٹھے۔ تھوڑی دیر اُن پر ایک خاص کیفیت طاری رہی۔ ایک ہندوستانی مخلص اس تمام کیفیت کو دیکھتے رہے آخر میں عبداللہ سے حقیقت دریافت کی۔ انھوں نے کہا اے عزیز یہ سزا نہیں تھی یہ تو میرے لئے اکسیر حیات تھی مجھ سے ایک لغزش ہوگئی تھی اور میں باطنی حلاوت کھو بیٹھا تھا۔ دل پر غفلت کے پردے پڑ گئے تھے۔ میں از حد متألم تھا۔ ہر ضرب کے ساتھ ظلمت کے پردے چاک ہوتے گئے اور جب میں اٹھا ہوں تو وصلِ محبوب نقدِ وقت تھا۔

بحمداللہ کہ چشم باز کردہ
مرا باجانِ جاں ہمراز کردہ

دہلی کے ایک مخلص دوسرا حج کر کے قدرے غرور طاعت ساتھ لئے حاضر ہوئے آپ نے جھڑک کر فرمایا حج پر حج کرنے کا کیا گھمنڈ کرتا ہے۔ حضرتِ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو شعر پر عاجز نے مصرعے لگا کر تخمیس کی ہے مقام کی مناسبت کی وجہ سے ذکر کرتا ہوں۔

زاہدا بر جبہ و ریشِ درازِ خود مناز | بر فغان و گریہ و بر چشم بازِ خود مناز
بر طواف و سعی و بر قصدِ حجازِ خود مناز | بر نماز و روزہ و بر سوز و سازِ خود مناز

یار بے پروا است ہرگز بر نیازِ خود مناز

بندگی را شرطِ اوّل راستیِ نیت است | اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات قولِ حضرت است

امتثالِ امر خوشتر از ہزاراں رکعت است — انفعالِ جرم بہتر از غرورِ طاعت است

مظہر اے دور از حقیقت بر نمازِ خود مناز

مولوی سراج الدین صاحب جو پھاٹک مفتی والاں میں رہتے تھے اس وقت حاضر تھے انھوں نے عرض کیا: آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ مولوی صاحب نے یہ بات کچھ ایسی نیازمندی سے کہی کہ آپ کا قہر لطف و مرحمت سے مُبدّل ہوا آپ نے متبسم ہوکر ارشاد کیا "میاں ہماری تو ان کے حق میں یہی دعائیں ہیں۔" آخر کیوں نہ ہو آپ تو مریدوں کی اصلاح کے لئے ان کو زجر اور توبیخ کرتے تھے ان کی خامیوں پر ان کو ٹوکتے تھے۔ ہر شخص کے حسبِ حال اس کے ساتھ معاملہ کرتے تھے۔

یہ فقیر کہتا ہے۔ بخاری اور مسلم اپنی صحیح میں ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ آذَیْتُہٗ شَتَمْتُہٗ لَعَنْتُہٗ جَلَدْتُہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّزَکٰوۃً وَّقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی اے میرے اللہ میرا تجھ سے ایک عہد ہو چکا ہے تو میرے اس عہد کو اپنے کرم سے ضرور پورا کر، میں بشر ہوں اگر ایمانداروں میں سے کسی کو میں رنج پہنچاؤں، اس کو گالی دوں، اس پر لعنت کروں اس کو ماروں تو تو میرے اس رنج پہنچانے کو اس کے حق میں رحمت

اور پاکی اور اپنی نزدیکی کا سبب بنا۔ اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن اس شخص کو اپنا قرب عطا کر (انتہیٰ) آپ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور پیرو تھے۔ پروردگار سے آپ کی یہی دعا تھی یہی سبب ہے کہ جس شخص کو آپ تنبیہ فرماتے تھے اس کے ذوق اور شوق میں اضافہ ہوتا تھا اس کے قلب کی صفائی بڑھتی تھی۔ گھر جانے کا نام تک نہ لیتا تھا۔ اور آپ کے درِ اقدس پر لوٹتا رہتا تھا رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

سر بر آرازکاشفِ تحقیق تا در کوئے خبر
کشتگانِ زندہ بینی انجمن در انجمن

مع ہذا یہ فقیر کہتا ہے کہ اگر آپ کی طبیعت میں پرتوِ جلال تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمال سے بھی خوب محلّی کیا تھا کما قال مولوی اختر شاہ خاں ؏ باجمالی باجلالی باکمالی خوش خصال۔

جلال اپنی جگہ پر جمال اپنی جگہ پر۔ ہر طرح مقصد مرید کی اصلاح

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

جو مرحمت آپ مریدوں کے حال پر فرماتے تھے تا دم واپسین اس کی حلاوت ان کے دلوں میں باقی رہی جو شخص آپ کی صحبت میں بیٹھ چکا ہے وہی اس کی حقیقت جانتا ہے اس وقت یہاں دہلی میں جناب مولوی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب امام فتحپوری مَتَّعَ

اللہُ المُسلِمِینَ بِطُولِ حَیَاتِہٖ بقید حیات ہیں اور چند افراد اور بھی ہیں جو حضرت سیدی الوالد کی صحبت میں سالہا سال رہ چکے ہیں ان سے کوئی جا کر حقیقت معلوم کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت کا یہ اثر تھا کہ آپ مَنْ رَآہُ بَدِیْہَۃً ھَابَہٗ وَمَنْ خَالَطَہٗ مَحَبَّۃً اَحَبَّہٗ کے مصداق بنے ہوئے تھے ؎

بید لرزاں وار لرزد ہر کہ سوئش بنگرد
شہر یار ملک بادا یا گدائے بے وطن
وز سر صدق و محبت ہر کہ آمد نزد وے
بادۂ الفت چشید و در گزشت از جان و تن

نمبر ۲۲۔ لکھا ہے مولانا کا طریقہ مخدومانہ تھا۔ الخ

تبصرہ آپ کا طریقہ ہی مخدومانہ کیا تھا آپ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیدائشی مخدوم تھے۔ آپ کے جدّ امجد قطب وحید حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ نے عَلٰی رُؤُسِ الاَشْہَادِ جبکہ آپ کی عمر شریف چار سال کی تھی اس کی بشارت مدینہ طیبہ میں دی تھی اس وقت حرم شریف نبوی میں حضرت حلقہ فرمارہے تھے اور آپ ان کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ کے والد ماجد اپنی تالیف شریف انساب الطاہرین میں آپ کے متعلق اس طرح ارقام فرماتے ہیں۔

تاریخ ولادت اُن کی "چراغ نبوی" ہے۔ ارادت اس فرزندِ ارجمند کو بھی حضرت سراج الاولیاء سے ہے۔ حضرت سراج الاولیا اپنے پوتوں میں ان کو بہت عزیز رکھتے تھے اور بشارت اپنی خلافت خاص کی دی ہے الحمد للہ کہ آثار اس کے پائے جاتے ہیں۔ نو دس برس کی عمر میں قرآن شریف یاد کیا اور تحصیل کتب درسیہ میں مشغول ہیں۔ کافیہ پڑھتے ہیں۔ سَلَّمَهُ رَبُّهُ وَبَلَّغَهُ اِلٰی مَرَاتِبِ الْکَمَالِ وَالتَّکْمِیْلِ (انتھٰی)

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

صرف آپ ہی مخدوم نہ تھے بلکہ اَبًا عَنْ جَدٍّ مخدوم ابن مخدوم ابن مخدوم تھے خانۂ علم وفضل میں آپ کی آنکھ کھلی۔ دایۂ شریعت نے آپ کی پرورش کی، پستانِ طریقت سے آپ کی تربیت ہوئی۔ اور دبستانِ معرفت میں مُعَلِّمِ فطرت نے اَسرار و حقائق کے خیابانوں سے گزار کر مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ کے مقامِ اعلیٰ سے آپ کو مشرف فرمایا

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ خَیْرَ مُعَلِّمٍ ۔۔۔ عَلَّمْتَ بِالْقَلَمِ الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی
اَخْرَجْتَ ھٰذَا الْعَقْلَ مِنْ ظُلُمَاتِہٖ ۔۔۔ وَھَدَیْتَہُ النُّوْرَ الْمُبِیْنَ سَبِیْلًا

فَسَمِعَ مَا سَمِعَ وَرَاٰی مَا رَاٰی وَحَفِظَ مَا حَفِظَ وَوَعٰی مَا وَعٰی وَکَانَ صَدْرُہُ الشَّرِیْفُ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ رحمۃ اللہ علیہ فی کل حین وآن

ہر خسے از زنگ گفتاری بدیں کسے رسد | درد باید مرد سوزد مرد باید گام زن
قرنہا باید کہ گردد بندۂ صاحب کمال | بایزیدے در خراساں یا اویسے در قرن

ایک رسید پر جناب مولانا مولوی عبد العلی صاحب نے آپ کا اسم گرامی اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مخدوم الانام مرشدِ خاص و عام حضرت مولانا شاہ ابو الخیر صاحب دام ظلہم، اور اس فقیر کاتب الحروف کی سند پر آپ کا اسم شریف اس طرح لکھا ہے۔ العالم الربانی الجامع بین الشریعۃ والطریقۃ مولانا عبد اللہ شاہ ابی الخیر نور اللہ مرقدہٗ مولوی صاحب نے جس وقت آپ کا اسم شریف تحریر کرایا تو بے ساختہ چشم پُرنم ہو گئے اور دعائے خیر فرمانے لگے رحمۃ اللہ علیہما سچ ہے ولی را ولی می شناسد، بزم جمشید والے بھلا ان حف لت کو کیا جانیں۔

یہ عاجز کہتا ہے اس دن عصر کو مولوی اشرف علی صاحب نے آپ کی سواری کی شان دیکھی تھی اور جس طریقہ سے آپ نے جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب کی دعوت کو عملی جامہ پہنایا تھا اور آپ نے جلسہ موتمر الانصار کی تقریر سنی تھی وہ بھی ملاحظہ کی تھی اور پھر لال کرتی میں آرام کرسی پر آپ کے استراحت فرمانے کو بھی بہ نظرِ غائر مشاہدہ کیا تھا۔ ان امور کے باعث شاید انھوں نے یہ کہا ہو۔ حالانکہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العلیہ میں یہ کوئی بڑی بات یا نرالی شان نہیں ہے۔ اس سلسلۂ شریفیہ میں

لیسے ایسے یگانۂ روزگار گزرے ہیں کہ عنقائے فہم وخیال ان کے کمالات کے ادراک سے قاصر ہے۔ مولانا جامی اپنے پیر ومرشد حضرت ناصرالدین عبیداللہ احرار قدس سرہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

چو فقر اندر لباسِ شاہی آمد
بتدبیرِ عُبیداللّٰہی آمد

اور تحفۃ الاحرار میں کہتے ہیں۔

زد بجہاں دولت شاہنشہی
کوکبہ فقر عُبیداللّٰہیؒ

آپ تو حضرت عبیداللہ احرار ہی کے سچے خادم اور جانشین تھے اس نسبتِ شریفہ کا جو بھی اثر ہو وہ کم ہے آپ خود حقیقت حال کو کس خوبی سے تین شعر میں بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد کیا ہے۔

نہ جنابم نہ شہ، نہ مولانا — بندۂ آستانۂ عُمرم
گر کنی نسبتم بہ آں درِ فیض — ہرچہ گفتی ازاں بلند ترم
ور کنی زیں اضافۂ فی الجملہ — زشت کردار خیرِ محتقرم

آپ کے مخلص صادق اور مجاز خلیفہ برادرِ طریقت صاحبزادۂ غلام عبیداللہ احرار رحمہ اللہ تحفۃ الاخیار میں جو بر نہج تحفۃ الاحرار نظم کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں۔

زد بہمیں دورِ سمک تا سماک — دمدمۂ فقرِ ابوالخیرِ پاک

خیز زغفلت وطلبگار شو ، در طلب خیر چو احرار شو

نمبر ۲۳ لکھا ہے۔ یہ بھی فرمایا تھا جن خادموں کو وضو نہ ہو وضو کریں الخ بصیرہ۔ آپ نے مرید کو خادم کہہ دیا تو اس پر اعتراض بھی ہوگیا حاشیہ آرائی بھی ہوگئی اور حفظ الایمان کی عبارت پر ٹوکنا بھی جرم عظیم قرار پائے۔ اِنَّہَا مِنْ اِحْدَی الْکِبَر

مرید کو خادم کہدو۔ نوکر کہدو، غلام کہدو اور اگر چاہو مخدوم کہدو، آقا کہدو، مالک کہدو۔ اس سے نہ عاقبت برباد ہونے کا اندیشہ اور نہ کسی کے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ لیکن جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بِاَنْفُسِنَا هُوَ وَآبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا۔ کے بارے میں ادنیٰ سی لغزش چاہے وہ سہواً ہی کیوں نہ ہو یقیناً ایک بڑا جرم ہے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ نص قطعی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

ہندوستان میں متوسلین کو مرید کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جہت افغانستان میں خادم اور مرید کہتے ہیں بلکہ بعض جہات میں خادم کا لفظ زیادہ استعمال کیا جاتا ہے نہ تو ہندوستان میں تعظیم کا خیال ہے اور نہ افغانستان میں تحقیر کا سوال۔ اپنی اپنی اصطلاح ہے وَلَا مُشَاحَۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ مشہور مقولہ ہے۔

نمبر ۲۴۔ لکھا ہے ہمارے بزرگوں کی دوسری شان تھی وہاں عجز تھا

انکسار تھا۔ الخ

تبصیرہ ۔ یہاں سے بموجب بزم جمشید کی عبارت کے مولوی اشرف علی صاحب اپنے بزرگوں کی تعریف کر رہے ہیں اور ان کے اوصاف بیان کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کے پیر بلکہ اکثر علماء دیوبند کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھے اور ان سب کے استاذ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تھے۔ یہ دونوں حضرات یقیناً بزم جمشید والوں اور اکثر علماء دیوبند کے بزرگ تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بزم جمشید والے فی الواقع اپنے بزرگوں ہی کی تعریف کر رہے ہیں یا مطلب سعدی دیگر است والا مضمون ہے تبصیرہ ۲۸ اور ۲۹ میں اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔

عاجزی اور انکساری یقیناً اچھی صفتیں ہیں اگر اپنے محل پر واقع ہوں ورنہ اسی کو جُبن اور خَوَر کہتے ہیں اسی طرح خُیَلا اور تکبّر یقیناً مذموم ہیں لیکن بعض مواقع پر جوانمردی اور شجاعت کا نام ان کو دیا جاتا ہے غزوۂ احد کے موقع پر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودُجانہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک خاص تلوار عنایت فرمائی تاکہ وہ جا کر مشرکوں سے لڑیں تو حضرت ابودجانہ اس تلوار کو لے کر کافروں کے لشکر کے سامنے رجز پڑھتے ہوئے بڑی متکبرانہ اور خیلاء کی چال چلے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اِس

چال کو دیکھ کر اس طرح پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اِنَّهَا لَمِشْيَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ اِلَّا فِي مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ، مشہور مقولہ ہے ع۔ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد، مرشد کامل کی کیا شان ہونی چاہیئے۔ اس کے متعلق حضرت محی الدین عربی کا ارشاد سراسر سداد خود مولوی صاحب ذکر کر رہے ہیں اور بصیرہ ۲۹ اور ۳۰ میں اس پر بحث ہوگی۔

نمبر ۲۵ لکھا ہے وہ تو اپنے خادموں کو مخدوم سمجھتے تھے۔ الخ

بصیرہ۔ مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ اور سیوطی خرائطی کی روایت اس طرح نقل کرتے ہیں اَنْزِلِ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَاَحْسِنْ اَدَبَهُمْ عَلَى الْاَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ مرشد کامل وہ ہے جو اس حدیث شریف پر عمل کرے مریدوں کے احوال پر نظر رکھے ان میں اَنَانِیّت اور خودی پیدا نہ ہونے دے ہر خادم کو مخدوم سمجھ لینا مریدوں کے لئے سم قاتل ہے وہ اپنی نادانی کی وجہ سے سمجھ بیٹھیں گے۔ ہمچو من دیگرے نیست۔

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

علماء اعلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم ہو، فقہ کی کتابیں چاہے اُس کو ازبر ہی کیوں نہ ہوں اگر اس کو دنیا کی کیفیت

اور زمانہ کے رنگ کا علم نہ ہو اور لوگوں کی حالت سے ناواقف ہو
تو وہ ہرگز فتویٰ نہ دے ایسے شخص کے بارے میں لکھا ہے
مَنْ لَمْ يَعْرِفْ بِاَحْوَالِ النَّاسِ فَهُوَ جَاهِلٌ کام کا بگاڑنا
بہت آسان ہے لیکن بگڑے ہوئے کام کو سنبھالنا بڑا مشکل ہے
ذراسی بات پر کفر اور شرک کا فتویٰ دینا بہت سہل ہے ہزاروں
اور لاکھوں حلقہ بگوشانِ اسلام و عاشقانِ حضرتِ خیرالانام علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو ایک جنبشِ قلم سے کافر و مشرک قرار دینے میں کیا دقّت
پیش آتی ہے لیکن ایک بھٹکے ہوئے کو راہ پر لانا اور ایک بندہ کو
مالک و مولیٰ سے ملانا اور ایک ملحد کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنا وہ کام
ہے جس کی تعلیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
وز ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

علامہ ابن جوزی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احوالِ شریفہ میں
لکھتے ہیں۔ ایک شخص سے آپ کی واقفیت تھی وہ ملک شام میں
رہتا تھا اور وہاں سے آپ کو کچھ تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ کچھ زمانے
سے اس کی خبر آپ کو معلوم نہ ہوئی۔ آپ نے اس کے متعلق دریافت
فرمایا معلوم ہوا کہ دُخترِ رَز کا گرویدہ ہو چکا ہے اور اس کی حالت
نازک ہو چکی ہے آپ نے کاتب کو بلا کر اس کے نام اس مضمون کا خط
لکھوایا۔ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰى فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ

سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ غَافِرِ الذَّنْبِ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔ پھر آپ نے اس شخص کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حاضرینِ مجلس نے آمین کہی اور پھر سب نے اللہ سے التجا کی کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس کو توبہ کی توفیق عنایت کرے اور اس کو اور اس کی توبہ کو قبول فرمائے۔ پھر آپؓ نے یہ خط اس شخص کو ارسال کر دیا۔ خط جس وقت اس شخص کو ملا ہے وہ صاحب فراش تھا آخری گھڑی سر پر آپہنچی تھی اس نے خط لیا اس کو پڑھا اور پھر اس طرح کہنا شروع کیا غَافِرِ الذَّنْبِ گناہوں کا بخشنے والا وقَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ کا قبول کرنے والا، اگر میں توبہ کروں یقیناً اللہ نے مجھ سے گناہوں کے بخشنے کا وعدہ کرلیا۔ وہ میری توبہ کو قبول کرے گا شَدِیْدُ الْعِقَابِ (سخت سزا دینے والا) بصورتِ دیگر اللہ نے مجھ کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے ذِی الطَّوْلِ (بڑا فضل کرنے والا) اور طول تو بہت زیادہ بھلائی ہے اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ (اسی کی طرف لوٹنا ہے) وہ شخص اس طرح پر بار بار اس عبارت کو دہراتا رہا اور روتا رہا۔ اسی حالت میں اس کی جان کندنی ہوئی اور پھر وہ اچھی موت مرا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نے حاضرینِ مجلس سے ارشاد کیا ھٰکَذَا فَاصْنَعُوْا اِذَا رَاَیْتُمْ اَخًا لَکُمْ زَلَّ زَلَّۃً فَسَدِّدُوْہُ

وَدَبِّقُوْهُ وَادْعُوا اللّٰہَ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْہِ وَلَا تَکُوْنُوْا اَعْوَانًا لِلشَّیَاطِیْنِ عَلَیْہِ (انتھیٰ) یعنی جب تم اپنے مسلمان بھائیوں میں سے کسی کو پھسلتے اور بہکتے دیکھو تو اس طرح کا معاملہ اس کے ساتھ کرو اور اس کو راہِ راست پر لاؤ اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کرو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی توبہ قبول کرے یہ نہ ہو کہ تم اس کے واسطے شیطان کے مددگار بنو الخ یعنی تم اس کو برا بھلا کہنا شروع کردو۔ اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤ کہ اگر وہ سیدھے راستے پر آنے کو بھی ہے تو تمھاری سختی اور درشت کلامی کی وجہ سے باز رہے۔ تمھارے اس فعل سے شیطان خوش ہوگا اور تم اس کے مددگار اور اعوان ثابت ہوگے۔

یہ ہے ارشادِ حکیم اور یہ ہے حکمتِ بالغہ اور یہ ہے فراستِ مومن فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دُرّہ اگر اطرافِ عالم میں مشہور ہے تو اللہ کی مخلوق پر جو شفقت آپ کیا کرتے تھے وہ بھی روشن تر از شمسِ تاباں ہے۔ آپ کا ہر اقدام موقع اور محل کے مناسب ہوا کرتا تھا۔ شیطان تک آپ سے ڈرتا تھا۔ کَیْفَ لَا وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا مِّنَ النَّاسِ یَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ آپ تھے فاروقِ اعظم مرشدِ عالم مقتدائے زمانہ اور مصلحِ یگانہ جن کے اتباع اور پیروی کا حکم بارگاہِ رسالت سے نافذ ہوچکا ہے کاملِ مرشد

وہی ہے جو آپ کے نقشِ قدم پر چلے۔ وہی شیخ مصلح کہلانے کا مستحق ہے جو ہر مرید کو پرکھے اس کی صلاحیت کو دیکھے اس کے استعداد پر نظر رکھے اور پھر اس کے ساتھ اس کے شایانِ شان معاملہ کرے

ایک نوعمر شخص حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اس کو آپ سے ایک خاص محبت اور عقیدت تھی وہ اپنی نیاز مندی کے اظہار کے لئے آداب عرض کہنے ہی کو بہتر سمجھتا تھا یہی اس کا تحیہ تھا۔ جناب مولوی محمد میاں کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کی شب کو آپ کی خدمتِ بابرکت میں بستی نظام الدین اولیاء سے حاضر ہوا کرتے تھے اور رات کے ایک دو بجے تک حلقۂ مبارکہ میں بیٹھتے تھے۔ انھوں نے جب اس نوجوان کا تحیہ سنا تو ازراہِ شفقت اور اتباع سنت اس سے نصیحۃً فرمایا میاں اَلسَّلامُ عَلَیکُم کہا کرو چونکہ اس کی حالت اور کیفیت اس امر کی مقتضی نہ تھی، اس لئے آپ نے مولوی صاحب سے ارشاد کیا۔ مولوی صاحب اس نوجوان کو اپنی حالت پر رہنے دو، یہ نوجوان سالہاسال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور کمالات کے مدارج طے کرتا رہا رحمہُ اللہ :-

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد   عاشق بہ مے دمدام ضبطے دارد
معلوم نہ شد کہ یار مسرور ز کیست   ہر کس بہ خیال خویش خبطے دارد

نمبر ۲۶ لکھا ہے وہ اتباع رسول میں فنا تھے ان کا اخلاق وہ تھا

جو ہمارے رسول کا ستھا وہ محقق تھے وہ کامل تھے ان کی شان
کمال یہ تھی کہ کسی شئے کو حقیر نہیں سمجھتے تھے ۔ الخ

تبصرہ ۔ اتباع رسول میں فنا ہونا اور آپ کے اخلاق شریفہ
سے متخلق ہونا یقیناً بڑی نیک بختی اور خوش نصیبی ہے جس کو یہ دولت
مل جائے اس کا کیا کہنا ۔ بلکہ جس شخص کو ایسا کامل استاد یا پیر ملے
اس کی انتہائی خوش نصیبی ہے اس کے لئے مقام صد شکر ہے
کہ اللہ نے اس کو ایسا رہبر دیا۔

غم قیامت کا تجھکو کیا ڈر سعید یزداں ہے تیرا رہبر
رسول تیرا شفیع محشر غفور بیشک ہے تیرا مولا

اگر کوئی شخص اپنے استاد یا پیر کی تعریف ان الفاظ سے کرے جو
بزم جمشید والوں نے لکھے ہیں تو اس کے قول کی تصدیق یا تکذیب
خود اس شخص کے عمل سے ہوگی ۔ دیکھا جائے گا کہ آیا یہ شخص اپنے
ایسے کامل اور عالی مرتبت مرشد کے ارشاد پر عمل کرتا ہے یا نہیں
اگر وہ اپنے مرشد کے ارشاد کو مرتے دم تک نہیں بھولتا ۔ اس
کے طریقہ کو نہیں بدلتا ، اس کے ہر قول و فعل کو اپنے لئے حجت
قرار دیتا ہے اور کہتا ہے

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

تو سمجھ لینا چاہیئے کہ جو کچھ یہ اپنے مرشد کے بارے میں کہہ رہا ہے

وہ سچے دل سے کہہ رہا ہے اور جو شخص اپنے مرشد کی تحقیقات کی قدر نہ کرے اس کے ارشاد کو ردّی کی ٹوکری میں ڈال دے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس شخص کی نظر میں مرشد ایسا عالی مرتبت نہیں ہے جس کا وہ اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں مرشد کا مرتبہ خود اس کے مرتبہ سے کم ہے کیونکہ وہ اپنی تحقیق پر عمل کر رہا ہے اور پیر کے طریقہ کو غلط سمجھ رہا ہے وہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر لوگوں کے سامنے اپنے مرشد کی تعریف کر رہا ہے ورنہ وہ ھُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ کا قائل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بزم جمشید والے حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کو فی الواقع محقق اور کامل سمجھتے تھے یا ان کا کسی خاص مصلحت کی بنا پر زبانی جمع خرچ اور عنوانِ جمیل ہے۔

حرف شیریں است و عنواں دل رُبا
خیر یارا تا چہ آید مدّعا

عنقریب بصیرہ ۲۸ میں اس بات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

نمبر ۲۷ لکھا ہے۔ ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات ان کے سامنے جمع ہوں ان سب پر وہی غالب رہے۔ الخ

بصیرہ چونکہ حضرت پیرِ دستگیر روشن ضمیر نماز کے لئے خاص طور سے اہتمام فرماتے تھے جس سے بزم جمشید والے بکسر ناشناس تھے

اس لئے وہ یہ سمجھے کہ یہ بات نور کے مدھم ہونے کی وجہ سے تھی اگر نور زیادہ اور تیز ہوگا تو کسی بات کی وجہ سے نماز میں خلل واقع نہ ہوگا۔ صرف اس بات کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بزرگوں کی تعریف ان الفاظ سے کی جارہی ہے۔ لیکن

رُدَیْدًا یَقِرُّ الْاَمْرُ فِیْ مُسْتَقَرِّہٖ
فَمَا الْمَجْدُ عَمَّا تَفْعَلُوْنَ بِنَائِمٍ

بزم جمشید والوں کو ذرا خیال کرنا چاہیئے کہ صرف نور کی تیزی کمال صلوٰۃ اور معراج بندگی کے لئے کافی نہیں ہے۔ ہزار نور ہو، تیز روشنی ہو نظر بھی خوب قوی ہو۔ جب تک چلنے والا اپنے مواقع اقدام پر نگاہ نہ رکھے گا وہ اپنے کو مہلکہ سے نہیں بچا سکتا وہ یقیناً کسی حادثہ کا شکار ہوگا۔

چاہ است دراہ و دیدہ بینا و آفتاب
تا آدمی نگاہ کند و پیش پائے خویش
چندیں چراغ دارد و بے راہ می رود
بگذار تا بیفتد و بیند سزائے خویش

نماز کے کمال کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ دل بہ تمام وکمال اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف راجع ہو، کوئی شئے دل کو اپنی طرف متوجہ نہ کرے نمازی اپنے کو اللہ کے حضور میں پاتا ہو۔ اگر وہ اللہ تعالے کے انوار کو دیکھے تو کیا کہنا۔ نہیں تو یہ سمجھے کہ مالک ومولیٰ

مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ جب نمازی اپنے کو اس حال میں پائے گا تو وہ ہرگز کسی شے کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور جو چیز اس کے حضور اور دل بستگی میں خلل ڈالے گی وہ اس کو دور کرنے کی کوشش کریگا میں بصیرہ ۱۳ میں چند احادیث شریفہ لکھ چکا ہوں۔ ذرا ان کو خیال سے پڑھا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انوار کی کیا کمی تھی آپ تو سراپا نور اور سراج منیر تھے۔ آپ کے پیچھے کسی نے کچھ پڑھا تو آپ کی قرأت میں اس فعل کی وجہ سے رکاوٹ پڑی اور نماز کے بعد آپ نے اس شخص کو تنبیہ کیا کہ وہ کیوں نماز میں خلل کا سبب بنا۔ ایک شخص نے آپ کے پیچھے اخیر کی صفوں میں آداب صلاۃ کے منافی کوئی عمل کیا۔ آپ نے سلام پھیر کر اس سے ارشاد کیا۔ تجھ کو اللہ کا ڈر نہیں ہے تو نہیں دیکھتا کہ تو نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ آپ نے پردہ کو ہٹوایا۔ عمدہ دھاری دار چادر جو کہ جاذب نظر تھی اپنے بدن اطہر سے الگ کی۔ اگر صرف نور کی تیزی نماز کے کمال کے لئے کافی ہوتی تو آپ ان دونوں اشخاص کو کیوں تنبیہ فرماتے۔ آپ عائشہ صدیقہ کے پردہ کو کیوں الگ کراتے۔ آپ اپنی مبارک چادر کو کیوں بدلواتے ذرا تو خیال کرو کوئی کتنا ہی بڑا ولی کیوں نہ ہو۔ قیوم ہو۔ غوث ہو، قطب ہو فرد ہو۔ ابدال میں سے ہو، اوتاد میں سے ہو۔ یقیناً وہ ایک ادنیٰ صحابی کے خاکِ پا کے برابر نہیں ہے۔ ہر صحابی آسمان رفعت پر ایک

چمکتا تارہ ہے۔ مع ہٰذا حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے آپ سے شیطان کی شکایت کی، آپ نے ان سے فرمایا اس شیطان کا نام خنزب ہے اور پھر آپ نے اس کے دفعیہ کا علاج بتایا۔ اگر نور کی تیزی کے باعث شیطان لعین نماز کو خراب کرنے سے عاجز رہتا تو حضراتِ صحابہ کے پاس انوار کی کیا کمی تھی۔ جناب حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مابین موجود تھے ہر وقت اور ہر آن بے اندازہ انوار و برکات کا نزول ہو رہا تھا مشکات شریف کی کتاب الطہارت فصل ثالث میں نسائی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، آپ نے سورۂ روم تلاوت فرمائی آپ کو التباس ہوا، نماز کے بعد آپ نے ارشاد کیا مَا بَالُ اَقْوَامٍ یُصَلُّوْنَ مَعَنَا لَا یُحْسِنُوْنَ الطُّهُوْرَ وَاِنَّمَا یَلْبِسُ عَلَیْنَا الْقُرْآنَ اُولٰئِکَ یعنی کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اچھی طرح طہارت نہیں کرتے اور ہم کو قرآن مجید میں التباس یہی لوگ ڈالتے ہیں۔،،

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ مشکات کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں دیکھو صنٓ۲ جلد اوّل،

ایں جا محل عبرت و تذکار است مر عاقل را در تاثیر صحبت کہ سید رسل صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ بہ آں مرتبہ

وجلالتِ شان در حالت قرأتِ قرآن در نماز کہ اعظم حالات و اقرب اوقات اوست در قرب حضرت رب العالمین از صحبت یکے از احادِ اُمت بہ ترکِ سنن وبعض آداب وضو کہ نہ عبادت مقصود لذاتہ است متاثر گردد چہ جائے دیگراں کہ بہ مصاحبت ومخالطت اہل فسق وبدعت گرفتار باشند وشب وروز بآلائش ملوث باشند (انتہی)

اس حدیث شریف کو خیال کرنا چاہیئے اور پھر حضرت شیخ کی عبارت کو سمجھنا چاہیئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سراپا نور اور سراج منیر سید المرسلین اور محبوب رب العٰلمین تھے ان لوگوں کی وجہ سے جنہوں نے اچھی طرح طہارت نہ کی تھی وضو کے بعض سنن اور آداب کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اپنی نماز مبارک میں متاثر ہوئے تو پھر ایسے لوگوں کی شرکت کا کیا کہنا جو دن رات فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایسے افراد کی شرکت سے بھلا نماز میں خلل کس طرح نہیں واقع ہوگا یہ عاجز کہتا ہے کہ جس شخص کی نماز میں ایسے افراد کی شرکت سے خلل واقع نہ ہو تو وہ شخص یقیناً صاحب کمال نہیں ہے حضرت مخدوم الانام سیدی الوالد رحمۃ اللہ علیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ شریفہ پر عامل تھے بھلا آپ پر کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے اور بزم جمشید والے

آپ کی کیا تنقیص کریں گے۔

درسفالیں کاسۂ رنداں بخواری منگرید
کیں عزیزاں خدمتِ جامِ جہاں بیں کردہ اند
قدسیاں بے بہرہ انداز جرعۂ کاس الکرام
ایں تطاول بیں کہ باعشاق مسکیں کردہ اند

مع ہذا یہ عاجز کہتا ہے کہ اگر ذرا دقیق نظر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جتنا زیادہ نور ہوگا نظر میں اتنی ہی تیزی آئے گی اگر راستہ میں ایک سوئی بھی پڑی ہوگی وہ بھی دکھ جائے گی یہی حال نمازی کا ہے جتنا اس کا قلب صاف ہوگا اور جتنا اس کا قدم صَحو کے مقام میں راسخ ہوگا اور جتنا وہ مقامِ ارشاد کے قریب تر ہوگا اتنی ہی اس کی بصیرت زیادہ ہوگی اور ہر شے اس کو صاف نظر آئے گی۔

بصیرہ ۱۸ میں جو پانچویں حدیث مشکات سے لکھی ہے ذرا اس کو خیال سے پڑھنا چاہیئے اور سید ابن حجر کی عبارت کو خیال سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ان حقائق کو علمائے اعلام خوب اچھی طرح بیان کر گئے ہیں۔ میں اس مختصر لہ میں کیا بیان کروں، حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ علیہ کا نور کتنا روشن اور قوی تھا اس کا علم علام الغیوب ہی کو ہے جو بات مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہے اور جس کا ایک جہاں قائل ہے وہ آپ کے

قلب شریف کی صفائی تھی ذرا سے وسوسے کو آپ فوراً پکڑ لیتے تھے اس کے متعلق میں بصیرہ ۱۵ میں کچھ لکھ چکا ہوں اب آپ کے حلقہ کی کیفیت بہت مختصر طور پر لکھتا ہوں۔

جب حلقہ شروع ہوتا تھا۔ ابتداً قلوب کی صفائی سے ہوتی تھی۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ جلالی شان کا ظہور ہوتا تھا۔ اس عرصہ میں وہ افراد جو صرف برائے ملاقات آئے ہوتے تھے مُرَخّص ہو کر چلے جاتے تھے۔ ظلمت کے بادل چھٹ جاتے تھے۔ تَخْلِیَہ مکمل ہو جاتا تھا۔ تَحْلِیَہ کی نوبت آتی تھی، صرف وہ لوگ رہ جاتے تھے جن کے کانوں میں اِنَّ لِیْ مَعَ اللّٰہِ سَاعَۃً کا شیریں نغمہ بجتا رہتا تھا اور جن کے دلوں کو اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً کی دل کش صدا تڑپائے ہوئے تھی فلک ہدایت کے افق پہ انوارِ معرفت کے سپیدہ کا ظہور ہوتا تھا، جمالی دور اپنی شان دکھاتی تھی اہل دل کی محفل جمتی تھی انوار و برکات و فیوضات کی ندیاں بہتی تھیں بادۂ وحدت کے جام پر جام پلائے جاتے تھے وہ جام جس کے مست نقشبند ہیں،،

وہ جام جس سے راہ فنا و بقا ملے
وہ جام جس کی بو سے اڑیں قدسیوں کے ہوش
وہ جام سلسبیل میں جس کا مزا ملے
وہ جام جس سے لالہ و گل میں ہے رنگ و بو
وہ جام نیّرین کو جس سے ضیا ملے

وہ جام جس سے خاتمہ بالخیر ہو نصیب
وہ جام جس کی بادہ کشی سے خُدا ملے

اس وقت کی حالت دیکھنے کی ہوتی تھی، خوش نصیب ہیں وہ پاک نہاد افراد جو اس دولتِ سرمدی سے مستفید ہوئے اور ان کے سینہ گنجینہائے اسرار و انوار بنے اور نیک بخت ہیں وہ عالی نژاد جو شراب معرفت کے جامہائے رنگیں چڑھا کر حق کے متوالے بنے اور سغراق محبت پی کر ہر دو جہاں سے روگرداں ہو کر ذات پاک وحدہ لاشریک لہٗ کے والہ و شیدا ہوئے۔

زاں مے خوردم کہ روح خم خانۂ اوست
مستے شدہ ام کہ عقل پیمانۂ اوست
دودے بہ من آمد آتشے در من زد
زاں شمع کہ آفتاب پروانۂ اوست

اس بزم صاف کیشاں کا کچھ حال برادرِ طریقت غلام احرار صاحب زادۂ غزنوی رحمہ اللہ تحفۃ الاخیار میں اس طرح پر لکھتے ہیں

بر درِ او شاہ درشاں دیدہ ام — پاک رُو آں ماہ دشاں دیدہ ام
یک زرہِ عشق شدہ جامہ در — یک بہ فنا مشق زدہ خامہ در
یک زرہِ شکر شدہ پائے زن — یک بہ رہِ صحو و بقا پائے زن
یک بہ نماز از سرِ صدق و حضور — گریہ کناں از رہ ذوق و سرور
یک شدہ غرقاب فنا آں چناں — کش نہ اثر ماندہ زخود نے نشاں

بعض بدیدم کہ مستہلک اند　　غرق بہ نسیاں ہمہ مستغرق اند
یک شدہ حیرت زدہ اندر جلال　　یک مترقب شدہ اندر جمال
بعض قدم تا بہ نہایت زدند　　خوش بہ رجوع راہ ہدایت زدند
خوب بدیدم دراں بارگاہ　　کارگرانند دراں کارگاہ
اہل کمال اند وہمہ سرفراز　　کامدہ اند از رہ دور و دراز
بر در او خاک نشیں گشتہ اند　　تخم محبت در صفا کشتہ اند
راہ روانند دریں راہ پاک　　قافلہ سالار ہماں شاہ پاک

نمبر ۲۸ ، لکھا ہے۔ ایسے کامل کو حق ہے اصلاح کا۔

بصیرہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ یا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہما الرحمۃ نے اس سلسلہ میں کونسا قدم اٹھایا ہے اور اصلاح کے حق کو کس طرح پر استعمال کیا ہے اور پھر دیکھنا یہ ہے کہ ان کے مریدوں یا شاگردوں نے ان کے اصلاحی اقدام کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے یا معاملہ بالضد ہے۔

میلاد شریف کی مبارک محفل کے متعلق حاجی صاحب، اور مولانا صاحب کی خاص للّٰہیت پر مبنی نصیحت اور پرخلوص مشورہ بصیرہ ۱۸ میں فیصلہ ہفت مسئلہ اور انوار ساطعہ صـ سے نقل کر کے لکھ چکا ہوں ان دونوں حضرات نے محفل مبارک کو مع قید تاریخ اور قیام کے برکات کا ذریعہ بتایا ہے اور

زمانہ کے رنگ کو دیکھتے ہوئے اس کار خیر کو صرف بہتر ہی نہیں
کہا ہے بلکہ فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ یہ تھا ان حضرات کا
اصلاحی اقدام اور یہ تھا ان دونوں باکمال حضرات کا مبارک
طریقہ۔ فَجَزَاھُمَا اللّٰہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا۔

اس میں تو کسی کو شک نہ ہوگا کہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ
مولوی اشرف علی صاحب کے پیر تھے اور ان کے بڑے اور
بزرگ تھے۔ لہٰذا جو شخص مولوی صاحب کی یہ عبارت پڑھے
گا اس کو یقین ہوگا کہ مولوی صاحب کا طریقہ اپنے پیر و مرشد
کے طریقہ سے سرِ مُو مخالف نہ ہوگا کیونکہ وہ تو اپنے بزرگوں
کو اتنا عظیم المرتبت مانتے ہیں اور ان کے واسطے اصلاح کا حق
تسلیم کرتے ہیں ولٰکِنْ وَیَا لَلْاَسَفَاہُ

اِنَّ مَنْ یَدَّعِیْ بِمَا لَیْسَ فِیْہِ
کَذَّبَتْہُ شَوَاھِدُ الْاِمْتِحَانِ

یہاں پر یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا رشید احمد
صاحب یا ان کے ہمنوا دیگر افراد سے قطعاً کوئی غرض نہیں
ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب اپنے پیر و مرشد کی حیات
میں اپنے خاص طریقہ پر تھے اور جب مولوی اشرف علی صاحب
مکہ مکرمہ سے فیصلۂ ہفت مسالہ لے کر آئے اور اس کو
حلیۂ طباعت سے آراستہ کر کے چار اطراف منتشر کیا تو

مولانا صاحب نے صاف طور پر کھلم کھلا کہدیا کہ اس رسالہ شریفہ کی بعض باتوں سے مجھ کو اختلاف ہے ان کے خط کا حصہ بصیرۃ ۱۹ میں لکھ چکا ہوں اور نہ مجھ کو اس سے کچھ بحث ہے کہ بعض افراد نے مطبع حدیقۃ العلوم واقع شہر میرٹھ میں ایک اشتہار طبع کرایا کہ حاجی صاحب سے بیعت طریقت میں کی ہے شریعت میں ان کے متبع نہیں ہیں کیونکہ یہ مریدوں کا اور ان کے پیر کا معاملہ ہے۔ دوسروں کے معاملہ سے مجھ کو قطعاً بحث نہیں میں تو بزم جمشید والوں یا مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق بھی کچھ نہ لکھتا اگر یہ لوگ سیدی وسندی وحجتی ووسیلتی ومرشدی ومعتمدی ومربی ووالدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

زہر یک نقط اش چوں سنبل تر | شمیم وصل جاناں می زند سر
ولے آں کز برودت در زکام است | چہ داند نافہ اش گر در مشام است

کے بارے میں مکروہ۔ دل آزار اور بے بنیاد باتیں نہ بناتے چونکہ ان لوگوں نے از روئے بغض وعناد صرف آپ کو ناقص ثابت کرنے کے لئے اپنے بزرگوں کی ایسی تعریف کی ہے کہ خود ان کا طریقہ ان کے اقوال کے بارے میں بتا رہا ہے یَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِم اور یہ صرف اس لئے کہ بزرگوں کے نام کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات سے بچ جائیں اگرچہ اپنے بچاؤ کی اچھی صورت نکالی ہے لیکن سہ

مَاكُلُّ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهُ
تَجْرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ

مولوی اشرف علی صاحب سالہا سال کانپور میں رہے وہاں بڑی عقیدت، محبت اور دھوم دھام سے محفلِ مبارک میلاد شریف خاص بارہ ماہِ مبارک ربیع الاول الانور کو منعقد کرتے رہے اور بہت ہی نیازمندی اور شوق سے قیام کرتے رہے اس تمام عرصہ میں ان کو کبھی اس افضل المندوبات میں کسی قسم کی کوئی خرابی نظر نہ آئی۔ نہ کبھی اس کو بدعتِ سیّئہ سمجھا اور نہ کبھی اس میں شرک کی ظلمت نظر آئی اور نہ کبھی۔ العیاذ باللہ۔ مثل کنھیا کے جنم کے جانا۔ اسی عرصہ میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچے مرید ہوئے خلیفہ ہوئے اور کتاب فیصلۂ ہفت مسائلہ لے کر واپس آئے۔ یہاں کتاب طبع کرائی۔ بعض پیر بھائیوں نے کہا اس کتاب کو طبع نہ کراتے بہتر ہوتا۔ انھوں نے بجواب کہا پیرومرشد کے ارشاد کو میں کس طرح بجا نہ لاتا۔ ماہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ ہجری کو حضرت حاجی صاحب رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ اب مولوی صاحب کے لیے راستہ صاف ہوا فیصلہ ہفت مسائلہ فرسودہ اور ناقابلِ عمل ہوگئی۔ براہین قاطعہ میں نئی روشنی ظاہر ہوئی۔ ترقی اور کمال اور تحقیق کی شاہراہیں دکھنے لگیں اور ۱۳۱۹ھ ہجری ماہ محرم میں حفظ الایمان کا ظہور ہوا اور

اس طرح مولوی صاحب اپنی منزل مقصود کی طرف بڑی تیزی سے بڑھنے لگے وہ کتنے بڑھے اور انھوں نے کیسے کیسے مدارج طے کئے۔ اس کے متعلق خود مولوی صاحب ماہ محرم ۱۳۵۸ھ کو اس طرح بیان دیتے ہیں "جس طرح حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے نہیں پہچانا خدا معاف کرے، خدا معاف کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا" دیکھو رسالہ بزم جمشید کے صفحہ ۳۶ پر سطر سات اور آٹھ کو، بے شک بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کو سمجھنے میں اپنی عمریں صرف کر رہے ہیں اور جو جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے بحر ذخار نا متناہی سے آتش شوقِ طلب کو بجھانے میں مصروف ہیں اور اپنی تشنہ لبی کو فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے دریائے شیریں کے مناہل عذبہ اور موارد صافیہ سے سیراب کرنے میں مشغول ہیں بھلا وہ اس اردو عبارت کو جس کو خود مولوی صاحب نے ۲۳ سال کے بعد بدلا۔ یا خود مولوی صاحب کی ذات کو کیا سمجھیں ؎

برہمن بتوں کو خدا جانتے ہیں
خدا کو خدا جانے کیا جانتے ہیں

مولوی اشرف علی صاحب تو جناب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو اس آسانی سے سمجھ جائیں اور خود ان کی ذات

عقولِ بشر کی سمجھ سے بالاتر ہو جائے، یہ ہے اس نئی تحقیق اور کمال کا کرشمہ، حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

وَصَّافی خود بہ رَغمِ حاسد تا کے ترویج چنیں متاعِ کاسد تا کے

تو معدومی وخیالِ ہستی از تو فاسد باشد خیالِ فاسد تا کے

یہ عاجز کہتا ہے مولوی اشرف علی صاحب یہ سب کچھ کرتے، بلکہ اس سے زیادہ اپنی تعریف و توصیف کرتے اور اپنی عظمت و کمالات کا اظہار کرتے لیکن اپنے نام سے کرتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ اپنا قدیم طریقہ چھوڑ رہے ہیں اپنے پیرو مرشد کے مسلک کو بدل رہے اور اپنے نئے طریقہ کو غلط طور پر بزرگوں کا نام لے کر فروغ دے رہے ہیں۔ اور اپنی بِضَاعَۃِ مُزْجَاۃ کو بڑی ہستیوں کے نام سے ترویج دے رہے ہیں۔ اصحابِ تحقیق اور اہلِ کمال کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اپنے نام سے کرتے ہیں ان کا عزم ان کا جزم ان کا عمل ان کا حوصلہ بہ لسانِ حال کہتا ہے۔

وَاِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ الْاَخِیْرَ زَمَانُہٗ

لَاٰتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْہُ الْاَوَائِلُ

حضرت سیدی الوالد دروازہ پر دربان بٹھاتے تھے ایک شخص نے عرض کیا آپ کے بزرگوں کا یہ طریقہ نہ تھا آپ نے بجواب یہ آیت شریفہ پڑھی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَھِیْنٌ آپ نے یہ نہ کیا

کہ اپنے کسی بزرگ کا نام لے کر اپنے لئے راہِ جواز نکالیں بلکہ آپ نے فرما دیا کہ ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہوگا، یہ ہے اہلِ تحقیق کا اقدام اور یہ ہے اہلِ عزم کا جواب لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ۔

علم ظاہر میں محقق کہلانے کا مستحق کون ہوسکتا ہے۔ اس بیان کو علماء کی تالیفات میں دیکھا جائے۔ دیگر مذاہب کا مجھ کو علم نہیں۔ احناف میں علامہ ابن الہمام کو محقق کہا جاتا ہے ان کے بعد محقق کہلانے کا مستحق کون ہوا ہے کیا کسی کا نام لیا جاسکتا ہے، جہاں تک درایت کا تعلق ہے وہ عنقا صفت ہو چلی ہے جتنے بھی علماء گزرے ہیں وہ اصحاب نقل اور جمع ہوئے ہیں متقدمین اور محققین کی عبارت کو صحیح طور پر سمجھ کر اگر اپنی تالیف میں کوئی بیان کردے۔ اسی کو بڑا کمال سمجھنا چاہیئے۔ ہاں بعض خصوصی مسائل میں بعض افراد نے تحقیق کی ہے ایسے افراد کو محقق علی الاطلاق نہیں کہا جاسکتا۔ اس موضوع کو یہ عاجز کتاب الحُجَّۃُ فِی مَسْأَلَۃِ اللِّحْیَۃِ وَالْقُبْضَۃِ میں قدرے وضاحت بیان کرچکا ہے۔ ہندوستان میں زیادہ تر یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ بعض مسائل میں علامہ ابن تیمیہ دمشقی اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام لئے بغیر اگر ان کے بیان کردہ مسائل کو کوئی بیان کرنے لگے اور اظہار کئے بغیر ان کے طریقہ پر چلنے لگے اور عام

مسلمانوں کے طور طریقہ میں جگہ جگہ شرک اور کفر نظر آنے لگے اور جا دبے جا بدعت کی گردان دہرائی جانے لگے اور اکابر اولیائے اُمت مثلاً حضرت معین الدین چشتی حضرت قطب الدین بختیار کاکی حضرت فریدالدین گنج شکر حضرت علاءالدین صابر حضرت نظام الدین اولیا حضرت نصیرالدین چراغ دہلی قدس اللہ اسرارہم کے مبارک نام استخفاف اور اہانت سے لینے لگے تو ایسا شخص محقق کہلانے کا مستحق ہوجاتا ہے ذَالِکَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔

اِصلاح کرنے والے کو مُصلح کہتے ہیں رسم اور رواج تو قدیم الایام ہی سے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملتا تھا بہ نسبت مشرکین کے اہلِ کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔ دین میں تو کسی کی موافقت یا مخالفت کا سوال ہی نہیں ہے سب کچھ رسومات اور عادات کے بارے میں تھا ہر ملک اور ہر قوم میں الگ الگ رسم ورواج ہوتے ہیں، امتداد زمانہ سے رسومات میں بعض قباحتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مصلح وہ ہے جو ان قباحتوں کو دور کرے۔ جو شخص پرانے طور اور طریقوں کو بالکل غلط قرار دے اور ان کو بند کرائے وہ مُصلح کہلانے کا مستحق کہاں سے ہوگیا۔ وہ تو روکنے والا اور مانع ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ ماہِ رجب میں سورہ تبارک

پڑھنے اور اطعام طعام کے بارے میں تنفار السائل میں تحریر فرماتے ہیں۔ " خواندنِ سورہ تبارک بطور معہود ثابت نیست اگرچہ خالی از ثواب نیست کہ نفع فقرا است و قرأتِ قرآن۔ نعم تخصیص نمودن چیزے برائے ثواب اَمرِ لغواست و عوام را منع کردہ نہ شود، زیرا نچہ اوشاں از اصل صدقہ محروم می مانند چنانچہ از خواندن نماز بہ وقت مکروہ، کَمَا فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ۔ اِلَّا الْعَوَام فَلَا یُمْنَعُوْنَ مِنْ فِعْلِهَا لِاَنَّهُمْ یَتْرُکُوْنَهَا۔"

مصلح کی یہ شان ہوتی ہے اس کی نظر ہر پہلو پر ہونی چاہیے وہ صرف نقص کو نکالنے کی کوشش کرے یہ نہ ہو کہ جوش میں آ کر کسی نقص کی وجہ سے وہ اس کام ہی کو بند کرائے، اور اس طرح اس کام کے سلسلہ میں جو نیکیاں اور بھلائیاں معرض وجود میں آ رہی ہیں وہ بھی رک جائیں۔ جو شخص یہ طریقہ استعمال کرے اس کو مُصلِح کہنا کہاں تک درست ہے وہ تو مُعَطِّل اور مانع ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب جبکہ وہ فارغ التحصیل ہو گئے اور کانپور میں مدرس بھی ہو گئے سالہا سال تک محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرتے رہے قیام بھی کرتے تھے بعد میں ان کو اس کارِ خیر میں خرابی نظر آنے لگی۔ اب ان کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اس خرابی کو رفع کرتے اور میلاد شریف کی محفل صحیح طریقہ پر منعقد کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے لیکن انھوں نے

کیا کیا یہ سب کو معلوم ہے میں اس اَلمیَّہ کا کیا بیان کروں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در مجلسِ رنداں خبرے نیست کہ نیست

علم باطن میں صاحب کمال کیسے افراد ہوتے ہیں اس بیان سے پہلے میں حضرت سیدی الوالد کے ایک مکتوب ہدایت اسلوب کا کچھ حصّہ نقل کرتا ہوں جس کے متعلق بصیرہ ۱۹ میں وعدہ کر آیا ہوں مُولوی عبدالرحمٰن پسر مولوی امام الدین جالندھری چند سال تک دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم پاتے رہے۔ پدر و پسر ہر دو آپ سے بیعت تھے۔ دیوبند کے دورانِ قیام میں مولوی عبدالرحمٰن نے مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق کچھ تحریر کیا تھا اور اپنے وسوسوں کا علاج دریافت کیا تھا آپ نے بجواب تحریر فرمایا ہے۔

مختلف امراض کی ایک تدبیر تو نہیں ہو سکتی اگرچہ ابتدا ہی سے بُرے خیالات کا دور کرنا مناسب ہے تاکہ عادت نہ ہو جائے مگر اس کا علاج پیر کی خدمت ہے اور ہمارے نزدیک فقط پیر کا کچھ تحریر کر دینا یا کچھ اسم بتلا دینا ان باتوں کے واسطے مفید نہیں ہے اور نہ طریقت کا کوئی مرتبہ اس سے حاصل ہوتا ہے یعنی دُور سے کچھ پیر بتا دیوے اور مُرید دور بیٹھکر کہہ دیوے اس سے طریقت کا کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا آجکل کے پیروں کا جو اعتقاد ہم کو نہیں ہے مثلاً مولوی اشرف علی صاحب تھانہ بھون کے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کی خدمت مدت مدید تک نہیں کی

ہے اور مدار دین کے کمالات کا اسی پر ہے کہ مدت تک اپنے پیر کی خدمت کرے اور بغیر مدت مدید کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور جب تک یہ مرتبہ اپنے پیر کامل کے ساتھ حاصل نہ ہوئے تو شریعت کے ساتھ اور پیغمبر کے ساتھ کیسے حاصل ہوگا۔ یعنی فنافی الرسول کیسے ہو سکتا ہے۔ الخ

سہ شنبہ سوم شعبان ۱۳۲۸ھ ہجری

(۱۰ / اگست ۱۹۱۰ء از کوئٹہ)

آپ کا جواب بالکل صاف اور واضح ہے آپ نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ آپ نے نقائص نکالنے کی کوشش نہیں کی، آپ نے ایک عام قاعدہ کی بات فرمائی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مرشد کی خدمت میں مدتِ مدید نہ رہے گا وہ کمال کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور مثال میں مولوی اشرف علی صاحب کا نام لے دیا اور فرما دیا کہ ایسے پیروں کا ہم کو اعتقاد نہیں۔ مرید ہو جانا اور اجازت و خلافت کا پا لینا اور شئے ہے اور کمال کے مرتبہ کو پہنچنا اور شئے ہے۔

نہ ہر صدف کہ فرو خورد قطرہ باراں — درونِ سینۂ او گشت جائے دُر دانہ
صدف بباید و باران و بحر چندیں سال — ہنوز نیست محقق کہ می شود یا نہ

جالندھر کے ایک صالح شخص جو دیہات میں جاکر وعظ و نصیحت
کیا کرتے تھے آکر آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ دن رہے جاتے
وقت انھوں نے عرض کیا۔ اگر کوئی شخص اللہ کا نام پوچھے اور
طریقہ شریفہ میں داخل ہونا چاہے تو میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا
تم صرف طریقت میں داخل ہوئے ہو۔ ابھی تم نے طریقت کا کمال
حاصل نہیں کیا ہے اجازت اور خلافت کے لائق نہیں ہوئے ہو
البتہ ہم نے سنا ہے پنجاب میں جہالت زیادہ ہے اور جھوٹے
پیر لوگوں کو غلط راستہ پر ڈالتے ہیں اس لئے میں تم کو اجازت
شریعت دیتا ہوں کہ تم لوگوں سے اسلام کا عہد لو اللہ کی فرمانبرداری
کی ترغیب دو اور نافرمانی سے ڈراؤ اور اللہ کا نام ہماری طرف
سے بتادو تاکہ جاہلوں کے ہاتھ میں نہ پڑیں۔

طریقت کا تعلق تصفیہ اور تزکیہ سے ہے اور اس کے واسطے
مدت کی ضرورت ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوالِ شریفہ
پر نظر ڈالی جائے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔ علمائے کرام
نے جو کچھ ارشاد کیا ہے مختصر طریقہ پر بیان کرتا ہوں۔

حضرات محدثین کی جماعت کہتی ہے کہ جس شخص نے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ایک نظر
دیکھ لیا ہے یا ایک بات آپ کی سن لی ہے یا ذراسی دیر آپ
کی خدمتِ مبارکہ میں رہ لیا ہے وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہوگیا

ہے۔ اس کی روایت مقبول ہے اور حضرات اُصُولیین کی جماعت کہتی ہے کہ جو شخص مدتِ مدید تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں رہا ہو۔ اس نے عُسر اور یُسر میں آپ کا ساتھ دیا ہو، رَزم اور بَزم کے مواقع دیکھے ہوں حَضَر اور سَفَر میں آپ کے ساتھ رہا ہو صحابی کہلانے کا مستحق وہی ہے۔ ایسے حضرات کی ہر طرح پر تہذیب ہو چکی ہے، ہر آزمائش میں وہ ثابت قدم رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ یعنی وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو پرہیزگاری کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے واسطے بخشش اور عمدہ اجر ہے۔

محدثین کی نظر روایت پر ہے اور روایت کی صحت کے لئے ادنیٰ صُحبت بھی کافی ہے۔ اُصُولیین کی نظر درایت اور سمجھ پر ہے اور اس کے لئے ایک مدت کی ضرورت ہے۔ آپ کی صحبت کا شرف یقیناً ہر اُس شخص کو حاصل ہے جو محدثین کے نزدیک صحابی کہلایا جاتا ہے۔ لیکن ارشاد و ہدایت کا مقام انہی حضرات کو ملا ہے جو اصولیین کے نزدیک صحابی کہلانے کا مستحق ہوا ہے اور جتنی جس کی صحبت زیادہ رہی ہے اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند تر ہے۔ آپ کی محبت میں جتنا فانی تر ہوگا اتنا ہی اس کا رتبہ

عالی تر ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو مقام ملا اوروں کو کہاں میسر ہوا، اور پھر سابقینِ اوّلین کو جو شرف ملا وہ اوروں کو کہاں نصیب، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ اسی سچی محبت کو فنا فی الرسول کہا جاتا ہے۔

حضرات مشائخ نے لکھا ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ جب تک مرید کے دل میں اپنے کامل پیر کی محبت، باپ، اولاد اور دیگر افراد سے زیادہ نہ ہوگی وہ کَامِلُ الْاِرَادَہ مرید نہیں ہوسکتا کَامِلُ الْاِرَادَہ مرید اسی وقت کہلائے گا کہ اس کا مطمحِ نظر پیر کی پیروی ہو، ہر وقت پیر کی محبت میں ڈوبا رہے ہر وقت اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دے۔ اس کی ہر بات اس کے لئے شاخِ نبات ہو اور اس کا ہر فعل اس کے لئے سرمایۂ حیات۔ اس کی خوشی میں خوش اس کے رنج میں رنجیدہ جب مرید اس مقام کو پالیتا ہے تو اس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ اس وقت مرید کی نظر میں دنیا کا کوئی پیر کوئی شیخ، کوئی رہبر نہیں جچتا، وہ اپنے پیر کی رضامندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی پاتا ہے اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی۔ اس پر اسرار اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کے انکشافات

ہوتے ہیں اور اس پر عشقِ رسول صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیہِ کا فتح باب ہوتا ہے اور پھر کہیں جا کر فنا فی اللہ کے مقام کو پہنچتا ہے مرید کامل الارادہ صادق المحبۃ کسی حال میں اپنے پیر کے طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا چاہے جائے کہ وہ اس کے خلاف کچھ کہے یا لکھے۔ اسی وجہ سے حضرت سیدی الوالد نے مولوی اشرف علی صاحب سے فرمایا: "تمھارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا۔" اور جو شخص جناب محبوب کبریا سردار انبیا صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کا سچّا عاشق ہوگا کیا وہ حفظ الایمان کی عبارت سن کر خوش ہو سکتا ہے کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اس لئے آپ نے مولوی صاحب سے ارشاد کیا۔ تمھارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

آپ نے ایک مرتبہ دوسری محرم الحرام کو اپنے پیر و مرشد حضرت والد ماجد قدس سرہما کی فاتحہ کی۔ ایک شخص نے عرض کیا آپ حضرت امام ربانی کی فاتحہ بھی کریں گے، آپ نے فرمایا ہمارے امام ربانی یہی ہیں ہم کو جو کچھ ملا ہے انہی کے طفیل ملا ہے

یہ گھر چراغ فیوض عمر سے روشن ہے
نہیں ہے غیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

پیر کا مرتبہ کیا ہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری کتنی ضروری ہے۔ اس بیان کو حضرت مجدد قدس سرہ کے مکاتیب میں دیکھا جائے اور خاص کر مکتوب ۲۹۲ جلد اول، حق تعالیٰ را اعتقاد و محبت پیر مستقیم دارد بحرمتہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔
نمبر ۲۹ لکھا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربی کا ارشاد ہے کہ مرّبی وہ ہے جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں، دین انبیاء کا سا ہو۔ تدبیر اطبّا کی سی ہو، اور سیاست بادشاہوں کی سی ہو الخ
بصیرہ ۔ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا ارشاد سَراسَر سَدَاد آبِ زَر سے لکھنے کے قابل ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس حکیمانہ ارشاد پر مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے نقد اور تبصرہ کو کس طرح لاکر ختم کیا ہے۔ اس ارشاد سے تو حضرت مخدوم اَنَام مرشدِ خاص و عام سیدی الوالد کے مسلک کو تقویت پہنچتی ہے ان پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں وہ حرف غلط کی طرح مٹ کر رہ جاتے ہیں۔ اس معاملہ کو دیکھ کر دل کہتا ہے کہ یہ وَکَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ہی کا ایک کرشمہ ہے۔ اب اس اجمال کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔ اتنا معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بصیرہ میں دوسری اور تیسری صفت پر بحث کرتا ہوں۔ پہلی صفت پر بحث بصیرہ ۳۰ میں ہوگی۔
حضرت فرماتے ہیں تدبیر اطبّا کی سی ہو۔ یعنی جس طرح

حاذق طبیب مرض کی تشخیص کرتا ہے۔ مریض کی حالت دیکھتا ہے اور پھر علاج کرتا ہے۔ اسی طرح مرشدِ کامل مریدوں کی حالت دیکھے ان کے استعدادات پر نظر رکھے اور ان کے مناسب احوال ان سے معاملہ برتے۔ اگر طبیب دارُوئے تلخ دیتا ہے شیریں دیتا ہے۔ عَرَق دیتا ہے۔ مَعجُون دیتا ہے مُنضِج دیتا ہے مُسہِل دیتا ہے۔ تَنقِیَہ کراتا ہے۔ فَصد کھلواتا ہے۔ فاسد مادّہ کے اِخراج کے لئے نَشتَر لگاتا ہے بلکہ بقائے حیات کے لئے خراب شدہ عضو کو کاٹ دیتا ہے۔ اسی طرح کامل مرشد بھی ہر مرید کی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کے شایانِ شان معاملہ اس کے ساتھ کرے۔ بصیرہ ۲۵ میں اس کے متعلق کچھ لکھ چکا ہوں اس کو دیکھ لیا جائے۔

حکیم ابو علی سینا ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت اسم ذات شریف کے بعض فوائد اور تاثیرات کا بیان فرما رہے تھے۔ حکیم کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ صرف اَلِف لَام اور ہا کے کہہ دینے میں اتنی خاصیتیں ہوں کہ بیمار اچھا ہو یا مشکل آسان ہو یا کسی دوسری بات کا ظہور ہو، اس نے اپنا شبہ حضرت پر ظاہر کیا، آپ سمجھتے تھے کہ حکیم ظاہر بیں ہے اسباب و علل پر اس کی نظر ہے اور آپ اس کی اصلاح بھی چاہتے تھے اس لئے آپ نے حکیم

سے فرمایا: "اے خر تو چہ دانی" یعنی اے گدھے تو کیا جانے۔ لفظِ خر سن کر حکیم پر اتنا اثر ہوا کہ وہ سر سے پیر تک عرق آلود ہو گیا حضرت نے جب یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو فرمایا اے حکیم میں نے تم کو نہ مارا۔ اور نہ کوئی دوا دی۔ میں نے تم کو خر کہہ دیا جو صرف خا اور را ہے' اس کے سننے سے تم پسینہ پسینہ ہو گئے۔ رنگت زرد پڑ گئی۔ حالانکہ یہ ایک معمولی حیوان کا نام ہے تو پھر اس ذات پاک کے مبارک نام میں جو بھی تاثیر ہو کم ہے جو سارے جہاں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر حکیم کو ہوش آیا۔ غفلت کے پردے ہٹے اور وہ آپ کی ولایت اور دانش کا معترف ہوا۔ حضرت خرقانی اگر اس موقع پر لفظِ خر نہ فرماتے تو حکیم کی اصلاح کس طرح پر ہوتی اور وہ حقیقت سے کس طرح روشناس ہوتا مجھ سے خود مخلصِ قدیم حافظ عبدالحکیم نے بیان کیا کہ آپ کے متعلق میرے دل میں کچھ اعتراض پیدا ہوا اور جڑ پکڑتا رہا۔ اسی حال میں میں آپ کے پاس حاضر ہوا دربان نے اطلاع کی لیکن اجازت نہ ملی۔ تین دن تک یہی ہوتا رہا کہ مجھ کو اجازت نہ ملتی اور میں گھر لوٹ جاتا۔ چوتھے دن میں قصد کر کے گھر سے چلا کہ جب تک آپ سے مل کر اپنی خطا معاف نہ کرا لوں گا میں گھر کو نہ لوٹوں گا چنانچہ میں حاضر ہوا۔ اطلاع ہوئی اجازت نہ ملی اور میں دروازے میں بیٹھ گیا رات کے دو بجے حلقہ تمام ہوا سب حاضرین گھر کو روانہ ہو گئے۔ حاجی ملا احمد خاں نے مجھ سے کہا

اب چلے جاؤ حضور اقدس آرام گاہ تشریف لے گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم میری اطلاع کر دو، شاید آپ مجھ کو بلالیں۔ چنانچہ ملا احمد خاں نے اطلاع کی ــــ اور میری طلبی ہو ئی۔ جاتے ہی میں آپ کے قدموں پر گر کر رونے لگا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

آپ نے فرمایا۔ عبدالحکیم کئی دن سے تمہارے دل میں ٹیڑھ تھی اس واسطے ہم نے تم کو آنے نہ دیا۔ حکیم اجمل خاں کو جانتے ہو جس طرح وہ بدن کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے فضل و کرم سے ہم دل کے امراض کی تشخیص کرتے ہیں اور جس طرح وہ مرض کے ازالہ کے لئے دوا دیتے ہیں۔ ہم بھی دیتے ہیں۔ دیکھو تمہارے دل کی ٹیڑھ کیسی نکلی، پھر آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔ خبردار بار دیگر ایسی حرکت نہ کرنا اور یہ کہہ کر آپ نے دعا دی اور مرخص کیا۔ بصیرہ ۱۸ میں جناب مفتی مظہر اللہ صاحب کا واقعہ لکھ چکا ہوں اس کو بھی پڑھ لیا جائے۔ بصیرہ ۲۵ میں حدیث شریف انزل الناس الخ بھی لکھ چکا ہوں۔ مرشد کامل وہ ہے جو دل کے امراض کی اس طرح تشخیص کرے اور پھر اس طرح اس کے ازالہ کی صورت نکالے۔ آپ ایک خط میں اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن کو تحریر فرماتے ہیں۔

اے عزیز در عالم کسے نیست کہ مرا ذوق دہد بجز خلوتِ
من۔ سلوکِ سالکاں وجذبۂ مجذوباں را درونِ حرمِ من بار نیست
خود در فہم عنایتے کہ بر من است قاصرم بہ دیگراں چہ رسد
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ
تَحْدِيْثًا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ بہ شما نوشتم کہ دوست باشید و فہم کنید

من اگر رندم وگر شیخ چہ کارم باکس
حافظِ رازِ خودم عارفِ وقتِ خویشم

حضرت فرماتے ہیں سیاست بادشاہوں کی سی ہو۔ یعنی جس طرح بادشاہ اپنے احکام کو بزور منواتا ہے اس کے احکام کی تعمیل میں کوئی شخص پس وپیش نہیں کر سکتا چاہے فرزند دل بند ہو چاہے وزیر ہوشمند۔ کسی کو یارا نہ ہو کہ اس کی خلاف ورزی کر سکے اسی طرح مرشد کامل، طریقت کے آداب کی سب سے پابندی کرالے۔ کوئی مرید اپنی حد سے باہر قدم نہ رکھ سکے۔ چاہے وہ خلیفہ ہو چاہے مجاز۔ چاہے مولوی ہو چاہے صوفی جو بھی سرتابی کرے وہ اس کو متنبہ کرے۔ امیر ہو یا فقیر کسی کی رعایت نہ کرے، اور بے قاعدگی پر فوراً اس کو ٹوک دے۔ متنبہ کرنے پر اگر باز نہ آئے تو نکال دے اور کہہ دے۔ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ، اب جدائی ہے میرے تیرے بیچ۔

بزمِ جمشید والے اپنے بزرگوں کی تعریف میں لکھ رہے ہیں

وہ تو اپنے خادموں کو مخدوم سمجھتے تھے۔ کیا کوئی بادشاہ اپنی
رعایا میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنا بادشاہ سمجھ سکتا ہے چاہیے
وہ فرد اس کا اپنا لخت جگر ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ اس کا پدر
بزرگوار ہی کیوں نہ ہو، دوسروں پر اعتراض کرنا بہت سہل ہے
کیا بزم جمشید والوں نے اپنے طریقہ اور اپنے رفقائے کار کے
طریقوں پر بھی کبھی نظر ڈالنے کی زحمت گوارا کی۔ حضرت حاجی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مولود شریف میں شریک ہوتا
ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں
لطف اور لذت پاتا ہوں" اور مرید صاحب لکھتے ہیں "مولود شریف
کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل
کنھیا کے جنم کی"۔ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں اکبر الکبائر
گناہ شرک ہے جو شخص شرک کرتا ہو کیا وہ مرشد بنایا جاسکتا ہے
ایک صاحب سماع سنتے ہیں صرف قوالی ہی نہیں بلکہ سماع
بہ مزامیر اور دوسرے صاحب اس کو حرام قرار دیتے ہیں
اگر ایک بدعت اور شرک کی گردان رٹ رہا ہے تو دوسرا علم غیب
پر قلم آرائی کر رہا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا
ہے۔ یہ ہر ایک کے کیوں نئے رسم و آئین ہیں۔ یہ ہر ایک کیوں
تحقیق و کمال کے چکّر میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ جماعت بندیاں کیسی
ہو رہی ہیں۔ یہ آپس میں اختلافات کس لئے پیدا کئے جا رہے ہیں

یہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلاۃٍ وتحیۃٍ میں انتشار کیوں پیدا کیا جا رہا ہے۔

مَاذَا التَّقَاطُعُ فِی الْاِسْلَامِ بَیْنَکُمُ
وَاَنْتُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانٗ
اَلَا نُفُوْسٌ اَبِیَّاتٌ لَّہَا ھِمَمٌ
اَمَا عَلَی الْخَیْرِ اَنْصَارٌ وَّ اَعْوَانُ
لِمِثْلِ ھٰذَا یَذُوْبُ الْقَلْبُ مِنْ کَمَدٍ
اِنْ کَانَ فِی الْقَلْبِ اِسْلَامٌ وَّ اِیْمَانُ

بادشاہوں جیسی سیاست کے یہ معنی ہیں کہ کامل پیر کے سب مرید ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ حضرت سیدی الوالد کے دو مرید تھے۔ ایک مولوی صاحب اور دوسرے ان کے شاگرد کچھ پڑھے لکھے اور حافظ، یہ دونوں سالہاسال آپ کے پاس آتے رہے انھوں نے آپ کے مکاتیب شریفہ کو بھی جمع کیا۔ اس کو پڑھتے تھے خود روتے تھے اور اوروں کو رلاتے تھے۔ کبھی وجد میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تھے۔ کبھی درد میں لوٹتے تھے۔ میرٹھ کے واقعہ کے بعد جب آپ نے بڑے پیمانہ پر محفل مبارک میلاد

شریف منعقد کی اور آپ نے محفل شریف کو پھولوں سے بتول سے شامیانوں سے جھاڑ فانوس سے آراستہ کرایا۔ بلیوں پر رنگین کپڑے لپٹوائے اوران پر سنہری روپہلی دھنک فیا للہ من حسن وبھجتہ۔ ان دونوں افراد کے دل میں شکوک اوراعتراضات پیدا ہوئے اور بغیر ملاقات کئے چلے گئے ظاہرداری برتتے ہوئے یہ دونوں افراد ایک سال ڈیڑھ سال تک حاضر ہوتے رہے لیکن خانقاہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ اس عرصہ میں ان دونوں کا ولولہ، ذوق، شوق، جذبہ رفتہ رفتہ زائل ہوتا گیا خود ان دونوں کو اس کا احساس ہوا، بہت گھبرائے اور اسی پریشانی کے عالم میں دوسری جگہ جاکر بیعت ہوگئے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید باطنی حلاوت پھر نصیب ہو۔ اسی میں سالہا سرگرداں رہے ۱۳۱۵ھ ہجری میں یعنی ۲۶ سال کے بعد مولوی صاحب مجھ سے دوچار مرتبہ ملے۔ ایک دن اپنی کیفیت کو یاد کرکے رونے لگے، اور یہ الفاظ کہے "میں تو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اسی طرح کا ایک غلام ہوں جیسا کہ پہلے تھا"۔ ان کو دوسری جگہ سے کچھ فیض نہ ملا تھا۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کے ساتھی بھی کف افسوس ہی ملتے رہے۔ یہ دونوں افراد آپ سے منحرف ہوئے تقریباً بارہ سال آپ حیات رہے۔ اس تمام عرصہ میں ایک دن بھی آپ نے ان دونوں کا ذکر تک نہ فرمایا۔

جناب مولوی حکیم سید عبدالجلیل صاحب نے ۲۹ رجب ۱۳۶۵ھ ہجری،
کو مجھ سے بیان فرمایا کہ میں آپ سے بیعت ہوا۔ کچھ دن حاضر رہا اور پھر
ڈاسنہ چلا گیا وہاں ایک صوفی صاحب تھے احیاناً ان کے پاس بیٹھنے لگا
چند ماہ بعد حاضر ہوا اور صاحبزادۂ کلاں حضرت بلال ابوالفیض کے
پڑھانے کی خدمت میرے سپرد ہوئی۔ میں اپنی خدمت بجا لاتا رہا لیکن
میں محسوس کرتا رہا کہ آپ کی وہ نظرِ عنایت مجھ پر نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں
کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ ایک دن آپ تفریح کر کے تشریف
لائے۔ مجھ پر نظر پڑی۔ فرمایا بیعت ہونے کے بعد جب تک تم یہاں رہے
تمھاری حالت اچھی تھی مگر جا کر تم نے کیا عمل کیا ہے۔ میں نے صوفی صاحب
کے حلقہ میں بیٹھنے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سب اسی کا اثر ہے
میں نے عرض کیا۔ حضور آپ وہ نسبت سلب فرمالیں۔ فرمایا اچھا ہم
وہ نسبت سلب کرلیں، یہ کہکر آپ نے آنکھیں بند کرلیں اور میری طرف
متوجہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں میں نے محسوس کیا کہ میرے سینہ میں سے
کوئی چیز سمٹ کر اُمّ الدِّماغ کے راستہ باہر نکلی۔ اس وقت میں نے
خوب اچھی طرح چھن جیسی آواز سنی، اور اپنے میں ایک خاص کمزوری محسوس
کرنے لگا۔ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ اب کچھ دنوں تک وظیفہ شریفہ
نہ کرنا، اس کے بعد کئی سال تک مولوی صاحب آپ کے ساتھ دہلی اور کوٹہ
میں رہے فنال مانال۔ اور اب آپ[1] سالہا سال سے حبر دل

---

[1] افسوس صد افسوس کہ ہدایت کی یہ شمع شب جمعہ کو بین العشائین ۱۴ المحرم ۱۳۹۱ھ

ضلع بہرائچ میں مقیم ہیں۔ مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِعِلْمِہٖ وَعِرْفَانِہٖ۔)

لوحِ دل جب ایک کامل استاد کے سپرد کر دی گئی تو پھر دوسرے استاد کی اصلاح کے کیا معنیٰ۔ کیا طبیب حاذق گوارا کر سکتا ہے کہ اس کا مریض عطائیوں کا تختۂ مشق بنے۔

آپ روشن آرا باغ (سبزی منڈی دہلی) میں تشریف فرما تھے سردار گل محمد خاں سفیر کابل بڑے ادب سے حاضر ہوئے اُن کے ساتھ سردار امیر احمد بھی تھے۔ مؤخر الذکر بغداد گئے تھے اور وہاں پیر سید عبدالرحمٰن سے بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے پیر کی کچھ تعریف بیان کی، تھوڑی دیر آپ خاموش رہے۔ آخر میں آپ کو قدرے جلال آیا بہ نظرِ عتاب ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "اے خبیث پیشِ من تعریف کدام شخص می کنی، آں شخص کہ از سلطان المسلمین بغاوت کردہ رفیقِ انگلیسہا شدہ مُلکِ اسلام را بہ دستِ کفار سپردہ۔ ہوش کن، بارِ دگر ذکر چنیں خائنان اسلام پیش ما نہ کنی"۔ جس وقت آپ یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ امیر احمد کی حالت قابل رحم تھی۔ اس کے بعد وہ مہینوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور لطف اٹھاتے رہے آپ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ۱۱ر مارچ ۱۹۷۱ء کی ہوگئی۔ جمعہ ۱۲ر مارچ کو ہولی تھی ہنود نے ہولی نہیں کھیلی، اور آپ اپنے مسکن جردل ضلع بہرائچ میں مدفون ہوئے رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ۔

کی رحلت فرمانے کے چند سال بعد ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی مبارک صحبت کو یاد کر کے روتے تھے۔"

سنہ ۱۳۴۱ ہجری کے شروع میں ایران کے قبیلۂ بختیار کا خان ایک فوجی دستہ کے ساتھ کوئٹہ میں درِ اقدس پر حاضر ہوا اور باہر ایک طرف کو ذرا فاصلہ پر کھڑا ہو گیا بگھی حاضر تھی اور آپ برائے تفریح تشریف لے جانے والے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ دربان نے اطلاع کی۔ حضور از ایران خانِ بختیار برائے زیارت آمدہ، آپ نے فرمایا خان وسردار را نمی شناسم من خود خانم وسردارم، یہ فرما کر آپ برائے تفریح تشریف لے گئے یہ خان مسلسل کئی دن صبح وشام حاضر ہوتا رہا آخر میں صرف ایک ملازم کو ساتھ لے کر بہت سادہ لباس میں آیا اور بڑی دیر تک دروازہ پر بیٹھا رہا۔ لیکن ملاقات نصیب نہ ہوئی سنہ ۱۳۴۳ھ کو وہ اس فقیر سے ملا، کہنے لگا کہ آپ کی خدمت میں آتے وقت یہ خیال دل میں آیا تھا کہ ایک بڑی قوم کا خان ہوں اور کچھ روپیہ بھی ہدیتہً لے کر جا رہا ہوں۔ آپ ضرور مجھ سے اچھی طرح ملیں گے یہ خیال تھا جس کے باعث دست و پابوسی سے حرماں نصیب ہوا۔ مع ذٰلک میرے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ ایک نظر آپ کو دیکھ لیا۔

یہ ہے استغنار کی ایک مثال اور یہ ہے سیاست بادشاہوں کی کی اور یہ ہے شان زبدۃ حضرت شاہ عبد اللّٰہ اور یہ ہے مَنْ رَاٰہُ بَدِیْہَۃً هَابَہٗ کی کیفیت، آپ کے جدِ سابع مُحْتَسِبُ الْاُمَّہ سلطان الاولیاء

حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ کی یہی شان تھی۔ کسی نے اعتراضاً کہا۔ حضرت شیخ میں تکبر آ گیا ہے۔ آپ کے مسامعِ شریفہ تک یہ بات پہنچی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ این تکبر از کبریائی اوست جل جلالہٗ یعنی یہ سارا کروفر اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی کبریائی اور عظمت کا ایک پرتو اور ظہور ہے ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا۔

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد ،
دگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مرشد کامل وہ ہے جو متخلق بہ اخلاق اللہ ہو اور مہذب بہ اوصاف رسول اللہ، عالم ہو، باتدبیر ہو، صاحب جلال ہو، صاحب جمال ہو، صاحب کمال ہو، قہر سے متصف ہو، کبریائی کا اظہار کرے تو اللہ کے لئے، عظمت کا اظہار ہو تو اسی کے لئے۔ تواضع ہو تو اسی کے لئے۔ تذلل ہو تو اسی کے لئے، کسی سے ملے تو اللہ کے لئے، کسی سے نہ ملے تو اسی کے لئے۔ اگر نورِ ایمان کی جھلک پائے گلے سے لگائے اگر ظلمتوں میں گھرا پائے تو ان میں سے نکالے۔ مخلص پر مہربان ہو، معاند سے روگرداں ہو۔ جس کو ایسا مرشد ملے وہ خوش نصیب ہے سرمایۂ سعادت اس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اکسیرِ حیات اس کو نصیب ہو چکی ہے ہر فعل میں اس کی اقتدا کرے ہر کام میں اس کا اتباع کرے۔ نماز پڑھنی اس سے سیکھے عبادت کرنی اس سے جانے اس کے ارشاد سے فقہ سیکھے اس کے اقوال سے حدیث سمجھے ؎

آں را کہ در سرائے نگارے است فارغ است
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

نمبر ۳۰ لکھا ہے۔ مولوی عبدالمجید نے پوچھا تھا انبیار کا سا دین کس کا ہوسکتا ہے میں نے جواب دیا تھا کہ مراد یہ ہے کہ انبیار کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ ایسا کامل ہو الخ بصیرۃ دین کے بہت سے معانی ہیں۔ دس معانی سے تو یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ حافظ ابن جوزی نے مدہش میں لکھا ہے ۱۔ جزا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۲۔ اسلام بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ ۳۔ عذاب ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۴۔ طاعت وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ ۵۔ توحید مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۶۔ حکم مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِي دِيْنِ الْمَلِكِ ۷۔ حد وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ ۸۔ حساب۔ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ ۹۔ عبادت قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۱۰۔ ملت۔ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ، اور اس لفظ کا استعمال ورع، سیرت، عادت اور دوسرے معانی میں بھی آیا ہے۔ اردو میں اس کا استعمال زیادہ تر مذہب کے معنی میں ہوتا ہے حضرت ابن عربی نے کیا لفظ استعمال کیا ہے کہ جس کے معنی اردو میں دین کے لئے گئے ہیں اور اگر حضرت نے دین ہی کا لفظ استعمال کیا ہے تو پھر کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اگر حضرت کی عبارت سامنے ہوتی تو مدد ملتی۔ مولوی اشرف

علی صاحب نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے اور انھوں نے غالباً مذہب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ یعنی انبیاء کا مذہب دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے وہ کسی دنیوی مقصد کے لئے اللہ کے دین کی تبلیغ نہیں کرتے ہیں ان کے ہر کام میں اور ہر بات میں اخلاص ہوتا ہے۔ یہی کیفیت مرشد کامل کی ہونی چاہیئے اس کے ہر کام میں ہر بات میں اخلاص ہو، وہ مرید کے ساتھ جو معاملہ کرے اللہ کی رضامندی کے لئے کرے اس کا ایمان کامل ہو، اس کا یقین محکم ہو، وہ ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے ہر آن اس کی یاد میں مصروف رہے اس کی خاموشی فکر ہو اس کی بات ذکر ہو، اس کی نظر فیض اثر سے پردۂ غفلت دور ہو اور اس کے دیکھنے سے دل کو حضور ہو، یہ ہے مرشد کامل کی تیسری صفت، اور بحمد اللہ واحسانہ حضرت سیدی الوالد میں یہ وصف بہ درجۂ اتم موجود تھا اور اس طرح حضرت ابن عربی قدس سرہ کی بتائی ہوئی صفتوں کی رُو سے ہر سمجھ دار یہی کہے گا کہ آپ مرشدِ زمانہ و مربی یگانہ تھے شریعت پر عاملِ طریقت میں کامل تھے۔ مولوی محمد امیر الدین معروف بہ منشی امیر خاں دہلوی آپ کے جد امجد سے بیعت تھے۔ آپ کے حلقہ میں بالتزام شریک ہوتے تھے۔ ایک دن ذوق و شوق کی حالت میں آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے چہ داند جام و سنداں باختن

اس تمام بحث کے بعد یہ عاجز کہتا ہے کہ سیّدی وسَندی وامامی وقبلتی وملاذی وحجتی ومعتمدی ومرشدی قدس اللہ سرہ وافاض علی العالمین من برکاتہ واسرارہ وانوارہ کا نورایمان کتنا قوی تھا یہ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں آپ میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی وہ نشانیاں ـــ جن کا ذکر احادیث شریفہ میں آیا ہے پوری طرح موجود تھیں۔ آپ کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا خیارکم الذین اذا راوا ذکر اللہ ۔ پانچ سال ہوئے ضلع بلند شہر کے چودھری خدا بخش نے اپنا واقعہ خانقاہ شریف آکر مجھ سے بیان کیا[1] کہ بچپنے سے مشرکوں کی صحبت میں رہا۔ اسلام سے بالکل بے خبر تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ میں پورا مشرک تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں علی الاعلان گستاخی کرتا تھا سالوں اس حال پر گزرے۔ ایک دن میں بلند شہر گیا وہاں نمائش ہو رہی تھی نمائش گاہ کے دروازہ پر میں نے آپ کو بگھی میں سوار ہوتے دیکھا۔ صدہا لوگ آپ کو گھیرے ہوئے تھے ہر شخص کی خواہش تھی کہ کسی طرح آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر سعادت حاصل کرے۔ میری نظر جب بھی آپ پر پڑی مجھ کو آپ بالکل نوری فرشتہ

---

[1] چودھری خدا بخش کی ملاقات خانقاہ ارشاد پناہ میں دوشنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۶۴ھ (۳ ستمبر ۱۹۴۵ء) کو دوپہر کے وقت ہوئی ۔
غَفَرَاللہُ لَہٗ وَرَحِمَہٗ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ ۔

معلوم ہوئے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح آپ کو چھولوں لیکن کامیاب نہ ہوسکا اور آپ کی سواری روانہ ہوگئی۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا، یہ بزرگ کون تھے۔ کسی نے بتایا کہ یہ دلی کے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر تھے۔ خدا بخش نے کہا یہ پہلا دن تھا کہ اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی اور میرے ظلمت کدۂ شرک میں ایمان کی کرن چمکی اور پھر اللہ نے وہ دن دکھایا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور دولتِ ایمان سے بہرہ مند ہوا۔ جس دن سے میں نے آپ کی طلعتِ نورانی دیکھی تھی، یہی تمنا تھی کہ کسی طرح آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں۔ آج میں پہلی مرتبہ دلی آیا ہوں یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ رحلت فرمائے خلد بریں ہوچکے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا ہوں یہ ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا یاد آنا۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عام طور سے جو آپ سے عقیدت اور محبت تھی اور اللہ تعالیٰ کے بندے جو تعریف اور توقیر آپ کی کرتے تھے اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ از گروہِ محبوبان تھے۔ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ فَیُحِبُّہٗ جِبْرَئِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ[1] (رواہ مسلم)

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب کسی بندے سے اللہ کو محبت

بقیہ حاشیہ صہ پر

اور یہ دیکھتے ہوئے کہ آپ کے انتقال کے بعد ہزاراں ہزار بندگان خدا نے آپ کی ثنائے جمیل کی اور آپ کے اوصافِ حسنہ کو بیان کیا تو بموجب ارشاد جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کَمَا رَوَاہُ البخاری ومُسلم۔ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (الحدیث) آپ از اصحاب جناتِ نعیم ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے ابوابِ علوم کھول دیے تھے، کیا علم ظاہر اور کیا علم باطن۔

از و روشن شدہ راہِ شریعت　　　　از و سرسبز شد باغِ طریقت

۲۹ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ ہجری مطابق ۱۶ر فروری ۱۹۲۳ء میلادی جمعہ کی مبارک شب کو رات کے دو بج کر پانچ منٹ پر تبسم فرماتے ہوئے رحلت فرمائے خلدِ بریں ہوئے یہ وہ مبارک وقت تھا جب آپ حلقہ سے فارغ ہوا کرتے تھے۔ اس رات مغرب سے آسمان پر ابر چھا گیا، بارش ہونے لگی اور جس وقت آپ رحلت فرما رہے تھے اس وقت رعد و برق و باد و باراں کا جس شدت سے ظہور ہوا، یہ بات عالم آشکارا ہو گئی کہ اگر زمین اور اس کے رہنے والے اس حادثۂ جاں کاہ سے بے قرار ہیں تو آسمان

(بقیہ گذشتہ صفحہ) ہوتی ہے۔ وہ جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر جبرئیل آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندہ سے محبت کی ہے لہٰذا تم اس سے محبت کرو چنانچہ اہلِ سماء اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس بندے کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ یعنی زمین والوں کے دل اس بندہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

اور اس کے ساکنین بھی متالم اور اشک بار ہیں اور اس طرح تبکت علیہم
السمآءُ وَالْاَرْضُ کی تفسیر سب پر ظاہر ہوئی ؎

حیف بلند حشم گیتی مقتدائے کاملے
چوں ابوالخیر ولی قطب جہاں فخرِ زمن

جمعہ کے دن بین العصر والمغرب آپ کے جسدِ اطہر کو در پہلوئے جد امجد
اعلیٰ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ شیخ غلام احمد
ہالسوی نے اس وقت یہ اشعار پڑھے۔

شہ ابوالخیر بہ صد خیر بہ سیرِ جنت — رفتی و دیدۂ پرخوں بہ فراقت کردیم
روحِ پاکِ تو طلب کرد خدا در قربت — خاک بادا بسرِ ماکہ بہ خاکت کردیم
ذاتِ پاکِ تو فنا گشت بہ ذاتِ واحد — ما عجب تیرہ درونان کہ بخاکت کردیم
اے دعائے تو سپر بود ز آفت مارا — زجہت قصدِ نہایت بہ ہدایت کردیم

رَضِیَ اللّٰہُ جَلَّ وَعَلَا عَنْہُ، وَنَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجِعَہٗ وَقَدَّسَ سِرَّہٗ
وَرَفَعَ شَانَہٗ وَاَعْلٰی دَرَجَتَہٗ وَحَشَرَہٗ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ
وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَاَفَاضَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ مِنْ بَرَکَاتِہٖ
وَاَسْرَارِہٖ وَاَنْوَارِہٖ۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ
حُبُّہٗ عِنْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً
لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ، اَللّٰھُمَّ وَمَا زَوَیْتَ عَنِّیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ
فَرَاغًا لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ اَللّٰھُمَّ زَیِّنْ ظَوَاھِرَنَا بِخِدْمَتِکَ وَبَوَاطِنَنَا
بِمَحَبَّتِکَ وَقُلُوْبَنَا بِمَعْرِفَتِکَ وَاَرْوَاحَنَا بِمُشَاھَدَتِکَ وَاَسْرَارَنَا
بِمُعَایَنَۃِ جَنَابِ قُدْسِکَ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا

وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا وَلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّکُنْ لَّنَا وَلِیًّا وَّنَاصِرًا وَّحَافِظًا وَّعَوْنًا وَّمُعِیْنًا وَّعَلٰی کُلِّ خَیْرٍ دَلِیْلًا وَّمُلَقِّنًا وَّمُؤَیِّدًا ۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدَّارَیْنِ حَسَنَۃً یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ ۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اَللّٰھُمَّ سَہِّلْ عَلَیْنَا بِجُوْدِکَ وَیَسِّرْ عَلَیْنَا بِکَرَمِکَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْنَا حَتّٰی نَتُوْبَ اِلَیْکَ وَاعْصِمْنَا حَتّٰی لَا نَعُوْدَ وَحَبِّبْ اِلَیْنَا الطَّاعَاتِ وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْخَطِیْئَاتِ ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

درگاہ شاہ ابوالخیر (خانقاہ شاہ غلام علی)

رحمۃ اللہ علیہما

بازار چتلی قبر[1] شہر دہلی ۶

دوشنبہ ۲۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۷۲ھ ہجری

۷ ستمبر ۱۹۵۳ء میلادی

[1] اب اس بازار کا نام شاہ ابوالخیر مارگ ہے ۔

سلسلہ نسب

ابن الابن برخوردار میاں انس سلمہ اللہ وحفظہ سے خلیفہ برحق
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک

انس[1]، بوالفضل[2] ولپس زید[3] وابوالخیر[4] و عمر[5] تاباں

سعید[6] وبوسعید[7] ولپس صفی[8] القدر والا شان

عزیز[9] القدر، عیسیٰ[10]، سیف[11] دیں، معصوم[12] وشہ[13] احمد

پس عبدالاحد[14] حق بیں وزین العابدیں[15] حق داں

دگر عبدالحی[16] و شیخ محمد[17] پس حبیب[18] اللہ

رفیع الدیں[19]، نصیر الدیں[20]، سلیماں[21]، یوسف[22] دوراں

پس اسحاق[23] و عبداللہ[24] شعیب[25]، احمد[26] دگر یوسف[27]

شہاب الدین[28] و نورالدیں[29]، نصیرالدیں[30]، محمود[31] آں

سلیمان[32] و دگر مسعود[33] و عبداللہ[34] کہیں واعظ

چو عبداللہ[35] مہیں واعظ ابوالفتح[36] آں مہ رخشاں

سپس اسحاق ؒ وابراھیم ؒ وناصرؒ باز عبدؒ اللہ

عمرؒ پس حفصؒ وعاصمؒ پورِ عبداللہؓ صحابی داں

ختامِ ایں نسب نامہ اِمامُ الأعدلین آمد

عمرؓ فاروق بین الحق والباطل شہِ خوباں

قطعات تاریخ طبع رسالہ بزمِ خیر از زید

از

عزیز گرامی حافظ قاری عبدالحمید مجددی فاروقی حفظہ اللہ تعالےٰ

عربی

اَلَا یَا عَنْدَلِیبَ الْھِنْدِ ھَیِّمْ
بِحُبٍّ عَبْقَرِیٍّ فِیکَ زَھْوَا

بِزَیْدٍ رَدَّ فِی تَالِیْفِہٖ عَنْ
اَبِیہِ الزُّوْرِ اِعلاناً وَنَجْوٰی

لَعَمْرِیْ قَدْ اَجَادَ فَکُلُّ عَیْنٍ
تُشَاھِدُ اضْطِرَابَ الْبَحْرِ رَھْوَا

تَعِشُ ذِکْرٰی اَبِی الْخَیْرِ الْمُفَدّٰی
وَمَالِیْ دُوْنَہٗ لِلّٰہِ رَجْوٰی

نَعَمْ اِنْ نُزُوْلُ سُبَاتُ قَوْمٍ
اِذَا مَا نَالَتِ الْاَفْکَارُ صَحْوَ

لَہُ التَّالِیْفُ وَالتَّارِیْخُ مِنِّیْ
"تَزَیَّنَ بَزْمُ خَیْرٍ اَزْ زَیْدٍ زَھْوَا"

۱۳۸۷ھ

فارسی

اللہ اللہ امتیازِ نیک و بد	کرد زید آں مردِ عرفاں معتبر
ہر کس و ناکس نہ داند رمز ھا	غیر یک فردِ مسلماں معتبر
شد جواب بزم جمشید اے حمید	تحفۂ مقبول و برہاں معتبر
طرزِ اظہارِ حقیقت مرحبا	گشت نزدِ نکتہ سنجاں معتبر
عمدة الأقوالِ فیہا قد جمع	گو ہمیش یک بزم دوراں معتبر
ہر مریضِ باطنی یابد شفا	حبذا ایں آبِ حیواں معتبر

مصرعِ تاریخ طبعش گفت دل

بزمِ خیر از زید شد آں معتبر

١٩٦٥

اردو

ہو گئی طبع خوب یہ تصنیف	لو مکمل ہے بزمِ خیر از زید
پیش کردے حمید یہ تاریخ	ایک مشعل ہے بزمِ خیر از زید

١٣٥٤

قَالَ الْمُؤَلِّفُ عَفَى اللهُ عَنْهُ

تَمَّ بِالْخَيْرِ وَالْهَنَا

٨٢ + ٦ + ٨٤٣ + ٤٤٠

١٣٥٧٦

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی کی مطبوع

ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ کی معلومات میں اضافہ

---

١ مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر) فارسی۔ آفسٹ

٢ مقامات خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) ٢٠×٢٦ اردو

٣ مقامات خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) ١٨×٢٢ ״

٤ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین اردو آفسٹ

٥ تاریخ القرآن از مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی آفسٹ

٦ بزمِ خیر از زید در جواب بزم جمشید، آفسٹ

٧ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء ״

٨ معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی ״

٩ مجموعہ خیر البیان، خیر المورد، نظم شمائل

١٠ منہج الابرار فی السلام علی الانبیاء والرضا عن الاولیاء ٥٠/

شاہ ابوالخیر اکاڈمی

درگاہ شاہ ابوالخیر، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ٦